مَتاعِ سوز و نِشاط

عُشّاق کِشتواڑی

متاعِ

سوز

و

نِشاط

عُشّاقؔ کشتواڑی

کِتاب کا نام : متاعِ سوز ونشاط

مُصنّف : عُشّاق کِشتواڑی

سالِ اشاعت : ۲۰۱۰ء

تعداد : ۵۰۰ جلد

قیمت : ۳۵۰ روپے

سرورق : آر پی سنگھ رانا شاداب [سبطِ عشّاق]
ویروکرم سنگھ رانا آزاد

کمپیوٹر کمپوزنگ : سارتھ کریئشنز، ۲۰۳-اے، ہاؤسنگ کالونی جانی پور جموں-۱۸۰۰۰۷
موبائل 9419286314

ناشر : انجمن ترقی اُردو ہند شاخ کِشتواڑ (جموں وکشمیر)

طباعت : اُردو بک سوسائٹی، نئی دہلی-۱۱۰۰۰۲

ملنے کا پتہ:-

۱۔ جے کے پبلک سکول کشتواڑ (جموں وکشمیر)

۲۔ میسرز اجیت نیوز ایجنسی کشتواڑ (جموں وکشمیر)

۳۔ ہمالئین بک ڈپو ریزیڈینسی روڈ جموں۔

۴۔ المختیار پبلشرز نئی بستی اسلام آباد کشمیر

۵۔ بذریعہ موبائل نمبر: ~~9906290981~~ 9697524469

ISBN No. 81-89575-08-66

یہ مجموعۂ سُخن کتابی صورت میں جموں اینڈ کشمیر اکیڈمی آف آرٹ کلچر اینڈ لینگویجز کے جُزوی مالی تعاون سے شائع ہوا ہے

اِنتساب

اپنے محبّ و مشفق رہبران مرحوم پروفیسر جگن ناتھ آزادؔ

مرحوم اُستادِ اوّل قبلہ نشاطؔ کشتواڑی

مرحوم نور الزماں نوّرؔ صدیقی

مرحوم طالبؔ ایمن آبادی

اُستادِ کامل ڈاکٹر شبابؔ للت

و ڈاکٹر منشا الرحمٰن خان منشاؔ

کے نام اِس شعری مجموعہ کو

نہایت سعادت کے ساتھ

معنون کرتا ہوں جو کہ

ان کی رہبری اور

کاوش کا ثمرِ شیریں ہے

عُشّاقؔ

کوئی تو افرادِ کُنبہ میں کہے گا ایک دِن
خاندانِ راما اَور نانک میں اِک شاعر بھی تھا

حرفِ چند

اُردو شعر و ادب کی بڑی خوش نصیبی ہے کہ اِس کی حسین زلفوں کو سنوارنے اور اِس کے رُخِ رنگیں کو اپنے خونِ جگر سے مزید نکھارنے والے اہلِ قلم دنیا کے ہر گوشے اور ہر خطّے سے اُبھر کر سامنے آ رہے ہیں اور اپنی گونا گوں تخلیقات سے اِسے نظر نواز تابنا کیاں عطا کر رہے ہیں ایسے ہی صاحبانِ فِکر و نظر میں میرے ایک محبؒ، مخلص، عقیدت کیش رانا عُشّاق کشتواڑی کا بھی شمار ہونے لگا ہے۔

آپ پُر بہار وادیٔ گل کشمیر کے خوش نما گلزاروں، بلند و بالا چناروں اور گنگناتے ہوئے حسین آبشاروں کی فضا میں بستے ہوئے مشقِ شعر و سخن میں مصروف ہیں۔ یہ ماشا اللہ پیاری زبان اُردو کی خدمت گذاری بحسن و خوبی فرما رہے ہیں اور وہ بھی ایسے دور میں فرما رہے ہیں جب اِس زبانِ شیریں پر پیغمبری وقت آن پڑا ہے۔ اللہ اِن کے حوصلوں میں استقامت عطا فرمائے۔ بلا شبہ محبی عشّاق صاحب اپنے دِلی جذبات اور احساسات کی عکاسّی اپنے دلنشیں انداز میں کرتے ہوئے اہلِ ذوق کے دِل جیتتے جا رہے ہیں۔ خود بجا طور فرمایا ہے کہ

کشمیر کے گلابوں سے اور زعفران سے
عُشّاقؔ تم نے شعر کو کیا کیا دِیۓ لباس

یہ محض ایک شاعرانہ تعلّی نہیں بلکہ حقیقت حال کا بیانِ واقعی ہے۔ انتہائی مسرّت کی بات ہے کہ یہ اپنا شعری مجموعہ بنامِ ''متاعِ سوز ونشاط'' منظرِ عام پر لانے کا اِرادہ رکھتے ہیں۔ فی الوقت اس کا مسودہ میرے سامنے ہے۔ اس کا بغور مطالعہ کر کے میں اس نتیجے پر پہنچا ہوں کہ بفضلِ خدائے بزرگ و برتر اس خدمت گذارِ اردو کو شعر گوئی کی اچھی خاصی صلاحیت ودیعت ہوئی ہے۔ یہ اپنا مافی الضمیر نہایت سیدھی سادی زبان میں بیان کر دینے کا ہنر خوب اچھی طرح جانتے ہیں۔ بقولِ راقم

ے دوٹوک بولنے کا ہنر جانتے ہیں ہم
لفظوں کو تولنے کا ہنر جانتے ہیں ہم
سچ بات تو یہی ہے کہ در پردۂ غزل
دِل کو ٹٹولنے کا ہنر جانتے ہیں ہم

ان کا دِل پذیر کلام، حسنِ بیان اور ادبی وقار آمیز رعنائیوں کا بہترین مرقع ہے۔ در حقیقت آپ تخلیقی شعر میں توازن وضع داری اور تہذیبِ نفس کا خصوصی خیال رکھتے ہیں اور کیوں نہ رکھیں کہ یہ ع ''سلسلۂ شعر مہذب کا مِرے گھر سے چلا'' کا حقیقی دعویٰ کرنے والے اُستادِ فن حضرت سیمابؔ اکبر آبادی کے شاگردِ رشید جناب نشاطؔ کشتواڑی کے فیضِ صحبت سے مستفیض ہو چکے ہیں۔ گویا اِن کا تہذیبِ شعری کا تیز رو دھارا حضرت سیمابؔ کے بحر الفصاحت سے فیض آشنا ہونے والے

باکمال صاحبِ فن جناب نشاط کشتواڑی کے دریائے لطافت سے ہمکنار ہوکر چناب کی خوش خرام موجوں کی طرح اُچھلتا کُودتا ہوا سرزمینِ کشتواڑ پر موجزن ہے۔ میں نہایت صاف دلی کے ساتھ اعتراف کرتا ہوں کہ جناب کی یہ شعری جوئے رواں ''متاعِ سوز ونشاط'' اپنی خوش خرامی کی بدولت اہلِ ذوق ادب کا دل ضرور جیت لیگی اور ایک دن اپنی روانی کا لوہا منوا کر رہے گی۔ بقولِ ترجمانِ حقیقت ڈاکٹر اقبالؒ

وہ جوئے کہستاں اُچکتی ہوئی — اٹکتی، لچکتی، سرکتی ہوئی
اُچھلتی، پھسلتی، سنبھلتی ہوئی — بڑے پیچ کھا کر نکلتی ہُوئی
رُکے جب تو سِل چیر دیتی ہے یہ
پہاڑوں کے دِل چیر دیتی ہے یہ

سچ تو یہ ہے عُشّاق صاحب نے بڑی رواں دواں طبعیت پائی ہے وہ غزل گوئی کا قابلِ داد سلیقہ رکھتے ہیں۔ ان کے الفاظ کا انتخاب اور ان کا رکھ رکھاؤ بہت خوب ہوتا ہے۔ وہ قدیم رنگِ تغزل کے ساتھ ساتھ دورِ جدید کے نمایاں رجحانات کو بھی اپنے کلام میں جگہ دیتے ہیں۔ ان کے اکثر اشعار میں داغ اسکول کے رومانی تغزل کی جھلکیاں ضرور ملتی ہیں مگر اس حد تک نہیں کہ پڑھنے سُننے والوں کو ''ہائے بیچارے کے اعصاب پہ عورت ہے سوار'' کا گمان گذرنے لگے۔ میں تو اس

قول والا آدمی ہوں کہ

؎ قطعہ یا غزل گیت یا افسانہ کہا جائے
جو کچھ بھی کہا جائے شریفانہ کہا جائے

میرے عین حسبِ منشا ان کے کلام کا شریفانہ انداز بتاتا ہے کہ وہ خود بھی شریف النفس، پاکیزہ طبع، مخلص انسان ہیں اور تہذیب کے دائیرے میں رہ کر خوبصورت شعر کلام بند کرنے والے قلم کار ہیں۔ اپنے اس بیان کی تصدیق کے لئے ان کے کچھ اشعار پیش کرتا ہوں۔

؎ کارِ مشکل ہے منانا اُن کو
روٹھنے کا ہے بہانہ اُن کو
ہم سے ملتے ہیں عدو کی صورت
خوب آتا ہے ستانا اُن کو

؎ اس ہاتھ نے تراشے ہیں کیا کیا حسیں صنم
قرباں میں اس کی صنعتِ نظّارہ ساز کے

ے غیر ممکن کو بھی ممکن کر دِیا انسان نے
کر سکے محنت تو کتنی کارگر ہے زندگی

ے مصیبت کی سیہ راتوں میں ڈھارس کون دیتا ہے
ہوں دن اچھے تو ہوتی ہے نگاہِ دوستاں اچھی

ے اس زمیں پر چلتے چلتے ہو گئے ہیں ماہ و سال
کیا پتہ کس موڑ پر اب ڈگمگائے زندگی
موت ہی عشاقؔ جب مقصوم ہو انسان کا
کس لئے کوئی کرے پھر ہائے ہائے زندگی

مندرجہ بالا اشعار سے یہ اچھی طرح واضح ہو جاتا ہے کہ عُشاقؔ صاحب اُردو غزل کے مزاج آشنا ہیں۔ اس کے رموز و علائم بھی خوب جانتے ہیں۔ اُنہوں نے زندگی کی بنیادی قدروں اور فطرتِ انسانی کے روشن تقاضوں کو اپنی شاعری کا موضوع بنا کر حق گوئی، سلاستِ زبان اور پاکیزگیٔ خیال کا حق ادا کِیا ہے۔ وہ بوجھل اور ثقیل الفاظ سے اپنی شاعری کو نا قابلِ فہم بنانے کے مطلق قائل نہیں۔ در حقیقت سادگی روانی اور صاف گوئی نے ان کی شعر گوئی کو بڑی دلکشی اور تابنا کی عطا کر دی ہے۔ ان کی اکثر غزلوں میں اچھی اور سچی شاعری کی تمام خوبیاں بہ درجہ اتم پائی جاتی

ہیں۔ان کی غزلیں پیچیدہ بیانی اور معمہ بازی کے عیوب سے بالکل مُبرا ہیں غزل گوئی کے لئے زبان پر جو گرفت درکار ہوتی ہے یہ فیضِ قدرتِ الٰہی انہیں وافر طور پر نصیب ہوئی ہے، اس لئے میں یہ کہنے پر مجبور ہوں کہ

وہ غزل کہ جس کے خمیر میں نہاں سوز بھی ہو نشاط بھی
وہی جاذبِ دِل و جاں بھی ہے وہی عکسِ روئے حیات بھی
ہو زبانِ گویا نصیب تو کئی باتیں کہنے کی ہیں مگر
ہے تبھی تو بات کہ بات میں ہوں حقیقتوں کے نکات بھی

عُشّاق صاحب کا باتوں کا یہ دلنشیں والہانہ انداز اس امر کی پیشن گوئی کرتا ہے کہ اگر ان کی رفتارِ شعر گوئی اسی طرح جاری و ساری رہی تو اِنشااللہ وہ فنِ شعر گوئی کی بلندیوں کو بہت جلد چھو لینگے۔خوبی کی بات یہ ہے کہ وہ صرف غزل ہی کے رسیا نہیں نظم گوئی پر بھی خاص عبور رکھتے ہیں۔ان کی اکثر نظمیں دل میں اترتی ہوئی محسوس ہوتی ہیں۔مثلاً تہذیبِ نو، آزآد سے ملاقات، ہندوستان دیکھو، اپنا وطن جیسی نظمیں ان کے جذبہ حُب اُلوطنی کی غماز ہیں۔آپ نے بیشتر نظموں میں جنتِ ارضی کشمیر کی موجودہ زبوں حالی اور المناک تباہی اور بربادی کے دلدوز حالات کا بھی بھرپور جائزہ لیا ہے جنہیں پڑھ کر آنکھوں سے خون کے آنسو ٹپکنے لگتے ہیں اور کہنا پڑتا ہے کہ

نام قلمی جو ہے وہ تو عشّاقؔ ہے
اس کا سوزِ وطن سے جگر چاک ہے

مجھے آخر میں یہی کہنا ہے کہ مجبی رانا عُشّاقؔ کا قوس وقزاحی رنگ والا کلام ہر بار سے معتبر، مستحسن اور موٴثر ہے۔ ان کی شخصیت حسنِ کردار و گُفتار کا نمونہ اسی لئے کہا ہے۔

حقیقت میں ہیں آپ پاڈر کی نیلم
چمک میں نہیں چاند تاروں سے بھی کم
سراسر یہ تو فضلِ مولا ہے منشاؔ
قلم میں ہے عشّاقؔ کے خوب دم خم

ڈاکٹر محمدؐ منشاء الرحمٰن خان منشاؔ
سابق صدر شعبۂ اردو و فارسی
۱۱، اسٹار کی ٹاؤن ناگ پور
(مہاراشٹرا)

عشّاق کشتواڑی کا جہانِ شعر

عزیزم جگدیش راج رانا عشّاق کشتواڑی ایک طویل مدت سے میدانِ ادبِ اُردو کے شہسوار ہیں۔ ان کی شعری اور نثری کاوشیں تبصرے مضامین وغیرہ برسوں سے اُردو کے جرائد کی زینت بنتے رہے ہیں۔ ان کا اولین شعری مجموعہ "متاعِ سوز ونشاط" آپ کے مُبارک ہاتھوں میں ہے۔ اِن کا یہ شعری سرمایہ ان کی نظموں، غزلوں، قطعات اور کچھ نوحہ جات پر مشتمل ہے۔

عشّاق ایک جہاں دیدہ اور گرم وسرد چشیدہ، ذمہ دار ہندوستانی شہری ہیں، سیاستدان ہیں۔ جنتا دل متحد کی جمّوں کشمیر کی صوبائی شاخ کے نائب صدر ہیں، لیکن سب سے پہلے ایک اچھے انسان اور باشعور شاعر ہیں...... سیاستدان کی بجائے ان کے سینے میں ایک شاعر کا دِل دھڑکتا ہے۔ اِنسان کی داخلی دُنیا اور فطری خواہشات و احساسات کے ساتھ ساتھ، خارجی وقوعات و واردات عصری مسائل اور مُلکی حالات، معاشی اور معاشرتی عوامل پر بھی اُن کی گہری نظر رہتی ہے۔ اسی لئے انسانی بطون کے داخلی واردات واحساسات کے ہم دوش خارجی اثرات کی گونج بھی ان کی شعری تخلیقات میں صاف سُنائی دیتی ہے۔

عشّاق کی نظمیں اُن کے وطنِ مالوف وادیِ جمّوں وکشمیر کے ساتھ اُن کے فطری لگاؤ اور شدید جذباتی ارتباط کی مظہر ہیں۔ انہوں نے اِس "فردوس بر زمیں" وادی کے دلپذیر موسموں مناظرِ قُدرت، نباتاتی اور جمالیاتی تموّل یہاں کی ندیوں کے حُسن اور فیضانِ رحمت کو اپنی تخلیقی تحویل میں لیا ہے۔ دریائے جہلم وچناب کا تموّج جہاں حُسنِ بے پایاں کا طوفان ہے وہاں وہ اِس صوبے کی زرخیزی وخوشحالی کا بھی ضامن ہے۔ اور اس کا بلند بانگ اعتراف

عُشاقؔ کی نظموں میں نمایاں ہے۔ وادیٔ لولاب کا دیوانہ ساز حُسن و جذب، جمّوں کشمیر کی مسجدیں، مندر، قلعے، دلنواز باغات، فرحت فشاں چشمے، جھیلیں، ہریالے کوہستان اُن کے توسنِ فکر کو مہمیز کرتے ہیں۔ لیکن دہشت گردی اور بندوق کی قاتلانہ کشادہ ذہنی نے اس وادی کے حُسن، امن و یگانگت کے ساتھ جو خونیں کھیل کھیلا ہے، اس سے بھی شاعر صرفِ نظر نہیں کرتا۔

اِن کی ذاتی نوعیت کی نظموں میں دوستی کا سرور، گھریلو رِشتوں کا تقدّس، باپ کا پیار، ماں کی ممتا، دادا دادی کا دُلار، بچوں کی والہانہ محبت، ان کی پرورش و پرواخت کا فطری چاؤ، ان کی معصوم خواہشات بے ساختہ اُبھر کر آتی ہیں۔

عُشاقؔ کی غزلیں بھی ان کے گہرے مشاہدے اور گونا گوں تجرباتِ حیات کی غمّازی کرتی ہیں۔ جہاں اِن میں عشق و محبّت کی جواں دھڑکنیں، راز و نیاز کا کھلنڈراپن، رومان اور جمالیات قاری کو لُبھاتے ہیں وہاں سیاست کی ریشہ دوانیوں اور معاشرے کی ناہمواریوں، بدعتوں اور نااِنصافیوں کی پیدا کردہ عوامی مشکلات اور سروکاروں کو بھی عُشاقؔ کا قلم نظر انداز نہیں کرتا۔ عُشاقؔ کے رومانی اشعار میں ان کی جوانی پلٹ کر آواز دیتی دِکھائی دیتی ہے۔ دو شعر ملاحظہ ہوں:

گُلشن میں جتنے پھوٗل تھے سجدے میں جھک گئے
بادِ صبا کی طرح سے اُن کا گزر ہوُا

ہم بھی خوابوں کی دُنیا بسانے لگے، دِل میں ارمان سر کچھ اُٹھانے لگے
اُن دِنوں اِک حسیں سے ہوُا سامنا، اور ہونٹوں پہ حرفِ سوال آ گیا

لیکن ایک کلیدی عنصرِ خیال جو عُشّاقؔ کے مجموعی تخلیق متاع پر ساری وطاری دِکھائی دیتا ہے وہ اپنی دھرتی ''جمّوں وکشمیر'' کے ساتھ ساتھ اُن کا دِلی لگاؤ اور سرزمینِ مقدّس وطن بھارت دیش کے ساتھ ان کی عقیدت ووابستگی کا جذبہ ہے۔ کشمیر کا روایتی سیکولر نظامِ معاشرہ، مختلف فرقوں کے مابین مروّت ہم آہنگی، یکجہتی اور ہم وجودیت کی فضا جسے کچھ خودغرض سیاسی پینترے بازوں نے سم آلود کر رکھا ہے اس کی تطہیر اور امن واخوت کی بحالی کا شدید جوش و جذبہ عُشّاقؔ کے اشعار میں جگہ جگہ جھلکتا نظر آتا ہے۔ وہ دُعا گو ہیں کہ

؎ خُدائے برتر کمال کر دے، یہ معجزہ بے مثال کر دے
وہی اخوّت کا سلسلہ ہو جو آدمیت بحال کر دے
حسین جھرنوں کے پانیوں میں نہ موجِ خوں کی ملاوٹیں ہوں
نہ جبر و دہشت تری زمیں پر بشر کا جینا مُحال کر دے

اَور وہ اُسی ماضی کی بیش بہا امانتِ امن وصلح کو اپنی زندگی میں مکرّر دیکھنا چاہتے ہیں اور اسکے لئے وقفِ جہد و عمل ہیں۔ فرماتے ہیں۔

؎ صدائے شنکھ گونجی اور موذن کی اذاں گونجی
خُدائی نے سحر دم اپنے مالک کو پُکارا ہے

انسان جو آج گھور کلجگ میں انسانیت کے اصولوں اور اقدار سے رفتہ رفتہ ناطہ توڑتا جارہا ہے شاعر اُس کے اِس روّیے سے عبرت گزیدہ ہے۔ وہ کہہ اُٹھتا ہے۔

ے ہے سلسلہ زندگی کا ابتر، چہار جانب ہے بے یقینی
ہے آدمی، آدمی سے خائف، خرد سوال و جواب میں گُم

ے اُٹھتا ہے میرے ذہن میں خدشہ یہ بار بار
شاید میں بے لباس ہوُں عُریاں ہے تن مرا

ے وہ نہ اپنے دِل کا امیر ہے، نہ ہی زِندہ اُس کا ضمیر ہے
وہ انا کا اپنی اسیر ہے، اَدب آشنا وہ بشر نہیں

لیکن اِس صورتِ حال کے پسِ پردہ جو عوامل، کار پرداز ہیں اُن میں وہ مکُردہ، مفاد پرست سیاست کو زیادہ خطرناک مانتے ہیں جس نے آج کے سیکولر نظام کو بھی داغ دار کر ہے۔ان کا یہ شعر ملاحظ ہو:-

ے رات ہی رات میں بدلی ہے سیاست کی بساط
جو تھے اِس پار وہ اُس پار نظر آتے ہیں

اور یہ شعر بھی

ے مُلّا کا رب ہے اَور برہمن کا اَور ہے
ناقوس میں ہے کرب، اذاں میں ہے اضطراب

فطرتِ انسانی اور حالاتِ حاضرہ کے عمیق مشاہدے اور انکے کامیاب و موَثر شعری

اظہار کے باوجود اسے ہم ان کی کسر نفسی سمجھیں یا عجز وانکسار کہ خود کو وہ مکتبہ ادب کا طفلِ نو آموز کہتے ہیں اور اپنے بزرگوں اور اساتذۂ سُخن کا نام ادب واحترام سے لیتے ہوئے اسلاف کی عظمت کا اعتراف کرتے ہیں۔ اپنے قبلہ اوّل اُستادِ محترم جناب نشاؔط کشتواڑی مرحوم ومغفور سے اپنی عقیدت اور اُن سے اکتسابِ فیض کا کھُلے شبدوں میں اظہار کرتے ہوئے وہ ایک طرح اپنی سعادت مندی اور بُلند اِخلاقی کا ثبوت دیتے ہیں.........فرماتے ہیں:

نشاؔط نے جو عطا کِیا تھا، وہ سیپ عُشاؔق بے بہا تھا
ہے پاس تیرے جو اُس کا گوہر، تو تیرے دِل میں ملال کیا ہے

پروفیسر جگن ناتھ آزاؔد مرحوم کی عنایتوں کا اعتراف کھُلے دِل سے کرتے ہیں جن کی سفارش لیکر اُنہوں نے رقم السطور جیسے فقیرِ گوشہ نشیں سے وابستگی چاہی تھی۔ جمّوں کی ادبی انجمنوں اور اداروں بالخصوص بزمِ دانش کدہ جمّوں اور اس کے سینئیر اراکین کے تیئں جذبۂ اُنس واحترام کا تذکرہ وہ بصد خلوص اور شدّتِ جذبات سے لبریز لب ولہجے میں اپنے اشعار میں کرتے ہیں۔ وہ تسلیم کرتے ہیں کہ اِن حضرات کی صالح صحبتوں اور ان انجمنوں کے بصیرت افروز ماحول کا ان کے تخلیقی شعور کی تہذیب ومشاقگی میں خصوصی رول رہا۔ اِس کے باوجود ان کی کسر نفسی ملاحظہ ہو۔ کہتے ہیں:

نکھرا ابھی تلک نہیں اسلوبِ فن مِرا
بے شک ابھی ہے خام شعورِ سُخن مِرا

منزلِ علم وفن کی جستجو میں جن اکابرینِ ادب نے عُشاؔق کی راہیں روشن کیں، ان کی

نوازشات کا اعتراف بھی وہ کھلے دِل سے کرتے ہوئے اُن کے احترام میں یوں سرِ تسلیم خم کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

سفید و سیہ کی پرکھ مجھ کو بخشی
میں اندھا تھا، مجھ کو نظر دے گیا وہ
تھا لاعلم جس کی میں رنگینیوں سے
تخیل کا ایسا نگر دے گیا وہ
بشوق اُس پہ عُشّاقؔ میں گامزن ہوُں
عجب جُستجو کا سفر دے گیا وہ

عُشّاقؔ کی شاعری ایک بے تعصب اِنسان اور بے لاگ شاعر کی شاعری ہے جو عوام سے مربوط و منسلک ہے جو پیغمبرِ اِسلام حضرت محمّدؐ مصطفٰے کی مدحت و ثنا میں نغمہ سرا ہے جو حضرت اِمام حُسینؑ اور شہدائے کربلا کی عظمت کے گیت گاتا ہے تو اپنے معبود دیوی دیوتاؤں کی وندنا اور ستُتی بھی کرتا ہے۔ اِس کی تخلیقیت جہاں اپنی تہذیبی اور ثقافتی روایت کی پروردہ ہے وہاں عصری تقاضوں سے بھی ہم آہنگ ہے۔ یہ شاعری آپ کی توجہ چاہتی ہے۔

ڈاکٹر شبابؔ للت
(سابق ایڈیٹر "جدید فکر و فن" شملہ)
بی-۱۸۶-سیکٹر-۳، نیو شملہ-۱۷۱۰۰۹
۲۲ستمبر ۲۰۰۷

اپنی بات

دورِ فرنگی کے تعلیمی نظام اور میرے بڑے بھائی مُرلی منوہر رانا صاحب کی ہدایت و رہنمائی نے مجھے اوائل عُمر میں مروجہ زبان اُردو اور اِس کے دِلکش رسم اُلخط سے آشنا کروایا اور اس کے ساتھ اس درجہ قُربت حاصل ہوئی کہ مَیں اسی زبان کا عاشقِ صادق ہو کر رہ گیا اور اب عُمرِ گراں مایہ کے اِس چھیاسٹھویں زینے پر کھڑا اِسی زبان کی والہانہ محبت اور خدمت کا فریضہ نبھا رہا ہوں۔ مِڈل تک کی تعلیم مدرسہ انجمن اسلامیہ فریدیہ (تب مِڈل اسکول کشتواڑ ریاست جمّوں و کشمیر) میں پانچ برسوں کے قلیل عرصہ میں مکمّل کی۔ ریاستی بورڈ آف اسکول ایجوکیشن سے کامیابی کی سند ۱۹۵۷ء میں حاصل کی۔ بعد ازاں علالت کے سبب تین برس تک حصولِ تعلیم سے یکسر محروم رہا۔

۱۹۶۲ء میں محکمہ دِفاع جمہوریہ ہند کا نمک خوار ہوا اور بہ عوض ۵۳ روپیہ ماہانہ بطورِ سپاہی تعینات ہوا۔ حسبِ ضابطہ ۱۵ برس کی سروس مکمّل کرنے پر سرکار کا وظیفہ خوار (پینشنر) ہوا۔ پھر ۱۲ سالوں تک سلسلۂ درس و تدریس سے وابستہ رہ کر تدریسی پیشے کو خیر باد کہا اور میدانِ سیاست میں قدم رکھا۔ فی الوقت ریاست جمّوں و کشمیر کے جنتا دل (متحد) کی صوبائی اِکائی میں نایب صدر کے عہدہ پر جماعت کے تئیں اپنی خدمات سرانجام دے رہا

ہوں۔ سال ۲۰۰۲ء کے ریاستی اسمبلی انتخابات میں بحیثیت پارٹی امیدوار اسمبلی چناؤ کے دنگل میں اُترا تھا لیکن بقولِ غالبؔ "بڑے بے آبرو ہو کر ترے کوچے سے ہم نکلے" کے بمصداق ناکامیابی کو گلے لگایا۔

فوجی ملازمت کے دوران اِس ناچیز نے ادیبِ فاضل کا امتحان از خود جامعہ اُردو علی گڑھ سے امتیازی درجہ میں پاس کیا۔ اور اسی دوران مسلم یونیورسٹی علی گڑھ سے بی۔اے۔ جزو دوئم (Part-II) کرنے کے ساتھ ساتھ ریاستی بورڈ آف ٹیکنکل ایجوکیشن سے یک سالہ تربیتی کورس بھی درجہ اوّل میں پاس کرلیا۔

جہاں تک ذوقِ سخنوری کا تعلق ہے لڑکپن ہی سے ذہنِ ناپختہ میں تخمِ شعر گوئی بویا گیا۔ جو فطرت سے ودیعت ہوا تھا۔ اِسی دوران متقدمین شعرائے اُردو غالبؔ، میرؔ، مومنؔ ذوقؔ کے ساتھ اور بعد کی نسل کے شعرائے کرام اقبالؔ، محرومؔ اور فیضؔ و جوشؔ و جگر کے رشحاتِ قلم کا مطالعہ کیا۔ نیز پروفیسر ترلوک چند محروم کے فرزندِ ارجمند پروفیسر جگن ناتھ آزادؔ کی شعری تصانیف کو عشق کی حد تک پڑھا۔ نثر میں منشی پریم چند، کرشن چندر، ٹھاکر پونچھی، دت بھارتی، رشید احمد صدیقی، نسیم حجازی، نور شاہ، کوثر چاند پوری اور محمد یوسف ٹینگ کا دلدادہ رہا۔ انگریزی ادب میں ٹالسٹائے، نپولین بوناپارٹ اور شیکسپیر کو پڑھا اور یہ ذوقِ مطالعہ ہنوز جاری و ساری ہے۔

میرے حصّے میں ایک طالع وری یہ آئی کہ اوائل عُمر میں مرحوم و مغفور قِبلہ نشاط کشتواڑی کی صحبتِ صالح بھی نصیب ہوئی مابعد پروفیسر جگن ناتھ آزاد (مرحوم)، نورالزماں نور صدیقی، عرشؔ صہبائی، طالب ایمن آبادی، پروفیسر عابد پیشاوری جیسی دورِ حاضر کی ہمالیائی ادبی شخصیات کی صحبت کی سعادت نصیب ہوئی۔

ریاست جمّوں کشمیر کی واحد فعال ادبی انجمن ''دانش کدہ'' کی رُکنیت میرے ذوقِ سُخن اور تخلیقی صلاحیتوں کے فروغ کا وسیلہ بنی۔ ۱۹۶۲ء سے مسلسل اخبارات اور مؤقر رسائل میں اِس خاکسار کی شعری اور نثری نگارشات شائع ہوتی رہی ہیں۔

قِبلہ پروفیسر جگن ناتھ آزاد مرحوم کی وساطت سے محترم و مکرّم قِبلہ ڈاکٹر شباب للت سے شرفِ تلمّذ حاصل ہوا تھا۔ پیشِ نظر مجموعۂ کلام اِس بالغ نظر اُستاد کی صالح رہنمائی کا ثمرِ شیریں ہے۔

اِس مجموعہ کی وجہ تسمیہ کچھ حد تک میری رفیقِ حیات ہیں جو کہ پوتوں اور نواسوں کی نعمت سے فیضیاب ہونے کے باوجود اب بھی سدا بہار ہیں (اور مالکِ دو جہاں سے پرارتھنا ہے کہ وہ سدا بہار رہیں) میرے لئے یقیناً باعثِ نشاط ہیں لیکن کسی قدر سوز رساں بھی..... کیونکہ وہ میری شاعری کو اپنی سوتن سمجھتی ہے (معاف کیجئے گا یہ اکثر شاعروں کے گھر کا قصّہ ہے) اسلئے اپنے اس شعری مجموعے کو ''متاعِ سوز و نشاط'' کے نام سے موسوم کر رہا ہوں۔ دوسرا

پس منظر یہ بھی ہے کہ میرے اُستادِ محترم قبلۂ اوّل نشاط کشتواڑی مرحوم تھے۔ لہٰذا ان کے تخلص کے ساتھ بھی اس ادبی کاوش کا ارتباط میرے لئے تسکینِ جاں ہے۔ میری یہ حقیر سی تخلیقی کاوش آپ کی نکتہ رس نگاہوں میں ہے اور آپ کی توجہ اور اظہارِ رائے کی منتظر بھی۔

خاکسار

عُشاق کشتواڑی

حِصّہ
نظم
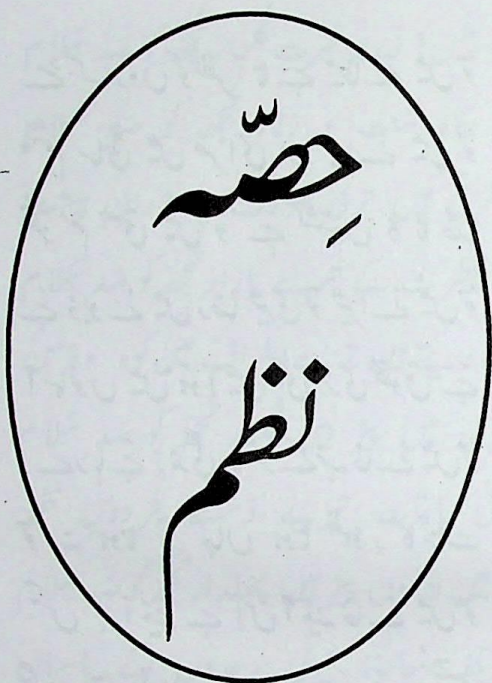
"ہَے مگر مسجد میں تو ہی اور بُت خانے میں تو"

مئے گُساروں کو نظر آتا ہے میخانے میں تو
چشمِ ساقی میں صُراحی اور پیمانے میں تو
قُلز ُمِ ہستی میں تو ہے کشتیوں کا ناخُدا
ہَے ڈُبونے میں رضا تیری تو تیرانے میں تو
آسمانوں میں، ہَوا میں بھی تِری مخلوق ہے
دے رہاہے زِندگی ساگر کے تہہ خانے میں تو
تو نہ ہوتا تو کہاں ہوتا ظہورِ کائنات
عکسِ ہر آئینہ ہے اِس آئینہ خانے میں تو
گرچہ تو اقوامِ عالم میں ہے قدرِ مُنقسم
ہَے مگر مسجد میں تو ہی اور بُت خانے میں تو

زمینِ وطن جموّں کشمیر

اَے وطَن! اَے غیرتِ گُلزار تُجھ کو صَد سَلام
سجدہ گاہِ سُنتِ و زنّار تُجھ کو صَد سَلام

ناز کرتی ہَیں تری صوُرت پہ حوّرانِ بہشت
حُسنِ فِطرت کے بھرے بازار تُجھ کو صَد سَلام

زیب دیتے ہَیں ترے اطراف میں کوہ و دَمَن
وادیوں میں پیڑ ہَیں گلبار تُجھ کو صَد سَلام

دیدنی باغات تیرے دَشت فِردوسِ نظر
جِن میں لاکھوں پیڑ ہَیں پھلدار تُجھ کو صَد سَلام

سَر بکف جانباز تیری سرحدوں کے پاسباں
اَپنے اَپنے چھوڑ کر گھَر بار تُجھ کو صَد سَلام

سرزمینِ لولاب

روئے زمیں پہ دیدنی اَپنا چمن تو ہے
لولاؔب کی یہ ارض ہمارا وطن تو ہے

موسم بَہار کا ہو کہ موسم خزاں کا ہو
ہر پھوُل ہر کلی پہ انوکھی پھبن تو ہے

سرحد تری چھوئے کوئی کس کی مجال ہے
اُس کا جواب ہمّتِ دنداں شکن تو ہے

دُنیا کے لامثال خزانوں میں نامدار
یہ سیم و زر اُگلتی زمینِ وطن تو ہے

گنگا کی وادیاں ہوں کہ جہلم، چناؔب کی
رشکِ اِرم یہ ہند کا دِلکش چمن تو ہے

ہے پانیوں میں تیرے جو تاثیرِ انگبیں
لذّت شناس اُس کا ہمارا دہن تو ہے

یہ صحبتِ نشاؔط گرامی کا فیض ہے
عُشاؔق میرے شعر میں حُسنِ سُخن تو ہے

(اُستادِ محترم قبلہ حضرت نشاؔط کشتواڑی مرحوم)

ہندوستان دیکھوں

مِرے دِل میں نہیں حسرت کہ مَیں سارا جہاں دیکھوں
اگر دیکھوں تو جی بھر کر فقط ہندوستاں دیکھوں
مِرے دِل میں کوئی باقی تمنا ہے تو اِتنی ہے
کہ مَیں ہر سو عروج و شوکتِ ہندوستاں دیکھوں
ولی اَوتار کِتنے اِس مُقدّس خاک سے اُبھرے
سبھی کو سجدہ کرلوں مَیں سبھی کے آستاں دیکھوں
ہمالہ اِس کی عظمت ہے ہمالہ تاج ہے اِس کا
سَدا اِس تاجِ عظمت کو سرِ ہندوستاں دیکھوں
ترے ماضی کی تہذیبیں تِری شہرت کی ضامِن ہیں
تُجھے تاریخِ عالم میں سدا عظمت نِشاں دیکھوں
ہوُا تھا اِرتقا تہذیب کا جِس کے کِنارے پر
تمنّا ہے اُسی گنگا کا مَیں آبِ رواں دیکھوں
یہ دورِ آمریت اَب خُدایا ختم ہو جائے
دیارِ ہند میں عُشّاق پھر اَمن و اماں دیکھوں

ہمالیہ اور اُس کی شاخیں

ہمالہ کے اطراف پھیلے یہ پربت
اِنہی پربتوں میں نہاں ہیں خزینے
جمادات و لعل و جواہر کے یارو!
ہیں کانوں میں اِن کی ہزاروں دفینے
جڑی بُوٹیوں اور نباتات سے پُر
اِنہیں پربتوں کے ہیں بھرپُور سینے
یہ نازک گلوں پہ ضِیا بار شبنم
جڑے تاجِ شاہی میں جیسے نگینے
مَیں توصیف میں کیا لِکھوُں تیری بھارت
قلم کو مرے آ رہے ہیں پسینے

ہے لاجواب بھارت

گنگ و جمن ہیں شاہد ہے لاجواب بھارت
مُلکوں میں ملک میرا ہے اِنتخاب بھارت

راوی 'بیاس' جہلم تیری ہی آب جُو ہیں
گودی میں تیری مارے ٹھاٹھیں چناب بھارت

اختر جمال صورت' صورت ہے ہندیوں کی
باغِ جہاں میں جیسے سوسن گلاب بھارت

شنکر کی سرزمیں ہے رام اور کرشن کی بستی
نانک کا جائے مسکن چشتی کا خواب بھارت

محوِ سُخن فلک سے تیرا ہمالیہ ہے
روحانیت کا ہے تو اِک آفتاب بھارت

عُشاق دُشمنوں کو للکار کر یہ کہہ دو
پتھر سے اینٹ کا اب دیگا جواب بھارت

دریائے چناب اور کشتواڑ

وَاللہ دِلفریب ہے کیا شانِ کِشتواڑ،
چوگان کے ہے گِرد کُہستانِ کِشتواڑ
رشکِ اِرم ہَیں جا بجا کیسر کی کھیتیاں،
مہکے ہوُئے ہَیں کیسے خیابانِ کِشتواڑ

ہَے سرزمینِ اولیا و دیوی دیوتا
آبِ چناب پاؤں اِسی کے ہے چوُمتا

اِس اَرض پہ چناب بہُت مہربان ہے
اِس آبِ جوُ کی ریت بھی نیلم کی کان ہَے
تاریخ اِس دیار کی سچ مُچ مَہان ہَے
گہوارہ رنگ و بوُ کا مِرا گُلستان ہَے

کیوں کر نہ ہَم کو ناز ہو اِس سرزمین پَر
رُودِ چناب کی جو ہَے پاکیزہ رہگُزر

یہ سَر زمیں گُزر گہہِ رُودِ چناب ہَے
اَمرت سا جِس کا شیریں و پاکیزہ آب ہے
چندن بھی کوہسار سے لاتا ہے ساتھ ساتھ
کھیتوں کو بخشتا یہ غذا بے حساب ہَے

جِن کے وجُود کی ہی نہیں ہَم کو آگہی
لاتی ہَے اَپنے ساتھ عجب نعمتیں ندی

گوُنجے ہے اِس کے نالوں میں اِک غلغلائے ساز
چاروں طرف مناظرِ فِطرت ہَیں دِلنواز
ضامَن مِری بقا کے ہَیں کُہسارِ عرش بوس
میرا وجُود اِن سے ہے مُجھکو ہَے اِن پہ ناز

چھاتی بجا کے کہتا ہوُں پُختہ یقِین سے
مَیں نے لِیا ہَے جنم اِسی سر زمِین سے

بہتا ہَے گھاٹیوں میں چناب آن بان سے،
پھُنکارتی ہوُئی کِسی نا‌گِن کی شان سے
آتا ہَے عین وادی کے یہ درمِیان سے،
جاوید اِس کا رِشتہ ہَے ہِندوستان سے

دُشوار راستوں کا سفر کر کے آتا ہَے
صدیوں سے طے یہ سخت ڈگر کر کے آتا ہے

پُوجا کرو عزیزو مری مَیں چناب ہُوں،
تُم سَب کی مَیں مدد میں سدا کامیاب ہُوں
ہاں میری نیکیوں کو بھُلانا نہ تُم کبھی،
ہاں مَیں کِتابِ ڈوُلؔ کا ہستیؔ کا باب ہُوں

بجلی تُمھیں جو مِلتی ہَے وہ میری دین ہے
اِندراؔ کی مہتہؔ اوم کی کوشِش کی دین ہے

(ڈوُل اور ہستی جگہ کا نام ہَے جہاں بجلی کا ۳۹۰ میگاواٹ کا پروجیکٹ زیرِ تعمیر ہَے۔
شری اوم مہتہ شریمتی اندرا گاندھی کی کابینہ میں مرکزی وزیرِ داخلہ رہے ہیں وہ کشتواڑ کے سپوت تھے۔)

''ارضِ پاڈر میری جنم بھوُمی'' جہاں مَیں بکرمی ۲۴ کتک ۱۹۹۹ سمّت کو پیدا ہوُا''

ارضِ پاڈر سینکڑوں تُجھ کو سلام
تُجھ پہ رحمت ربِّ عالم تاب کی
تیرے دِلکش بہتے جھرنوں کی صدا
جیسے جُنبش ساز پر مِضراب کی
نیل گوُں ندیوں کا گہوارہ ہَے توُ
جِن میں ہَے مستی مئے نایاب کی
نرم و نازُک سبزہ زاروں میں ترے
نرمِیاں ہَیں مخمل و سنجاب کی
جائے پیدائش ہَے توُ پاڈر مِری
سجدہ گہِ اِک شاعرِ بیتاب کی
تیرے دَریاؤں میں ہَے ریگِ طلا
کان نیِلم دولتِ کم یاب کی

(۱۔ نیلم صِرف اور صِرف ہندوستان میں پاڈر میں نکلتی ہَے)

کشمیرِ آشوب

جھیلِ وُلر پھر کسی کیا دیو کا مسکن بنی
کیا کسی کشپ رِشی کو پھر سے آنا ہے یہاں؟
خوف میں ڈوبے ہوئے مغمُوم چہروں کا ہجُوم
پوچھتا ہے کب تلک خلقت رہے گی بے اماں

وادیٔ پنچال کے خائف بشر حیران ہیں
اِس زمینِ پیر و مُرشد میں ہے کیوں چیخ و پُکار
کون وحشی آ گیا یہ وادیٔ فِردوس میں
جس نے مریم کا کِیا بے داغ دامن تار تار

جس کی لہروں میں رُباب و چنگ کی ہوتی تھی گوُنج
آج اِس جہلم کے پانی میں یہ کیسا اِضطراب
کِس نے گھولا چشمۂ شاہی میں یہ نفرت کا زہر؟
خونِ آدم سے ہُوا کیوں سُرخ پھر زم زم کا آب

ہو گئے للؔ دید و حبّہ کے ترانے بے اَثر
پڑ گئی ہے اوس درسِ اُلفتِ مہجورؔ پر
دیکھ لے کشمیر اپنا آ کے زین العابدینؔ
جنّتِ کشمیر ہَے اب ایک باغِ بے ثُمر

ہَے یہاں کے ہر بَشر کی آنکھ پتھرائی ہوئی
کِس لِئے ہَر روح پر ہَے بے کلی چھائی ہوئی
باڑھ سی اَشکوں کی ہے آنکھوں میں کیوں آئی ہوئی
ہَے کوئی دُلہن نویلی جیسے کفنائی ہوئی

میرے ہموطنو! تُمہیں اِن برف زاروں کی قسم
اَپنی اِس شاداب وادی کے چِناروں کی قسم
جنّتِ کشمیر کے رنگیں نظاروں کی قسم
کوہساروں پر کھڑے اِن دیوداروں کی قسم

دُشمنِ کشمیر سرحد پار غرّایا ہَے پھر
اُس نے اَپنے ہمنواؤں کو یَہاں جھونکا ہَے پھر
آؤ اُس کو پھر دِلا دیں یاد پچھلی مار کی
ایسا لگتا ہے کہ اُس کا جِسم کھجلایا ہَے پھر

پیارے بچو! تم کو وادی کے چناروں کی قسم
سیم تن سیماب رُخ اِن کوہساروں کی قسم
وادئ گلپوش کی رنگیں بہاروں کی قسم
کوہساروں پر کھڑے اُن دیوداروں کی قسم

کاتبِ تقدیر نے یہ کیا لکھا تقدیر میں
خواب کیا تھے اور ہم کو کیا ملا تعبیر میں
پھینک دو آغوش میں جہلم کی اب تیر و تفنگ
کس لئے جنگ و جدل ہے وادئ کشمیر میں

فریادِ مادرِ وطن کشمیر

رُوئے ہستی پہ کیا تھی مَیں رشکِ چمن
مثلِ فردوس تھی عیش کی انجمن
میری ندیوں کی جھیلوں کی تھی کیا پھبَن
میرے جھرنوں کا تھا دیدنی بانکپَن
آج سُنسان کیوں ہے یہ میرا چمن
کشتِ پامال ہوں میں پریشان ہوُں

میرے باغوں میں اَب وہ جوانی کہاں
میرے جہلم میں اَب وہ رَوانی کہاں
اَب فضائیں مِری ہَیں سُہانی کہاں
کیف و مستی کہاں شادمانی کہاں
میرے بچّو! یہ کیا دفعتاً ہو گیا
کشتِ پامال ہوُں مَیں پریشان ہوُں

لال چوک آج میرا ہے ماتم کدہ

بے گناہوں کے لب پر ہے آہ و بُکا

ہر زباں پر ہے تالا سا اک پڑ گیا

لب کُشائی ہے جیسے کہ جُرم و خطا

میرے بچّو! یہ کیا دفعتاً ہو گیا

کشتِ پامال ہوں میں پریشان ہوں

اَب اُمنگیں کہاں ہیں وہ جذبات میں

ایک وحشت برستی ہے باغات میں

مرثیوں کے ہیں سُر تال نغمات میں

فرق آیا نہیں اَب بھی حالات میں

میرے بچّو! یہ کیا دفعتاً ہو گیا

کشتِ پامال ہوں میں پریشان ہوں

میرے جہلم میں اَب کشتیاں ہیں کہاں

اس کی لہروں کی ہیں گُم جواں مستیاں

لُٹ چکی ہیں مناظر کی رنگینیاں

خوف کے سائے میں سب ہیں پیر و جواں

میرے بچّو! یہ کیا دفعتاً ہو گیا
کشتِ پامال ہوں مَیں پریشان ہوں

میرے بچّوں کے ہاتھوں میں تیر و تفنگ
ہَے خطرناک سی کچھ دِلوں میں اُمنگ
کِس بھرم کِس ہوس میں ہوئی سوچ تنگ
ماں کے سینے پہ واجب ہے کیا اِن کی جنگ
میرے بچّو! یہ کیا دفعتاً ہو گیا
کشتِ پامال ہوں میں پریشان ہوں

جَب بھی جَلتی ہَے مَسجِد کہ مندِر کوئی
یا چلاتا کِسی پر ہَے خنجر کوئی
مر گیا کوئی راشدؔ یا سُندرؔ کوئی
جھانک لے تب میرے دِل کے اَندر کوئی
میرے بچّو! یہ کیا دفعتاً ہو گیا
کشتِ پامال ہوں میں پریشان ہوں

مُجھکو منظوُر ایسی بغاوت نہیں

اِک حماقت ہے یہ کُچھ شُجاعت نہیں

خوُنِ ناحق تو مذہب کی خِدمت نہیں

ایسی آزادی کی مُجھکو چاہت نہیں

میرے بچّو! یہ کیا دفعتاً ہو گیا

کشتِ پامال ہوُں میں پریشان ہوُں

ملتجی تُم سے فنکارِ بیباک ہے

نام قلمی جو ہے اُسکا عُشّاق ہے

جِس کی مادر یہ وادیٔ غمناک ہے

چھوڑ دو یہ روِش جو خطرناک ہے

میرے بچّو! یہ کیا دفعتاً ہو گیا

کشتِ پامال ہوُں میں پریشان ہوُں

شانِ پرچم

زمینِ وطن کے تقدّس کا صدقہ
جیالوں نے گھر اور سر دیدِئے ہَیں
ترنگے کی عظمت بچانے کی خاطر
تو ماؤں نے لختِ جگر دیدِئے ہَیں

عزمِ کشمیر

٥.

چاند کی کرنوں سے بھی جس کا جھلستا تھا بدن
شعلہ بار اُس سرزمیں پر اَب ہیں توپوں کے دہن
ہو گئے جس پر شہیدِ عثمانؔ، سومؔ عبدالعزیز
تو ہے پُشکرؔ کی زمیں مقبولؔ کا پیارا وطن
تو بہ توبہ وادئ لولابؔ پر دہشت گری
دے گئے درسِ اخوت جس کے اہلِ فکر وفن
آبِ جنت کی طرح پاکیزہ تیرے جوئبار
دیکھ کر جن کو دِل دُشمن کو ہوتی ہے جلن
سازِ عشرت چھیڑتے جھرنے ترے دریا ترے
تیرے پربت ہیں ہمالہؔ ندیاں گنگؔ و جمنؔ
مے فشاں ہیں تیرے گلزارِ نشاطؔ و شالیمارؔ
غیرتِ طوبیٰ جہاں ہے ایک اِک نخلِ چمن
دیدنی اِس وادئ گلپوش کے ہیں نازنیں
موہ لیتا ہے نظر اِن گل رُخوں کا بانکپن

تیری جانب گر نظر دُشمن کی اُٹھے گی تو ہَم
چیر دینگے صوُرتِ تربُوز اُس کا تَن بدَن
اَب تلاشِ اَمن میں مُدّت سے ہَے یہ محوِ جہد
زَرد چہرہ آنکھ پُرنَم وادیٔ سیماب تَن

مِرے کشمیر کے بچّو!

مِرے کشمیر کے بچّو! دُکھی بے حد ہے ماں اَب تو
نہ اَپنی ارضِ مادر پر گِراؤ بجلیاں اَب تو
بَغاوت کے شَرارے کیوں لَہوُ میں بھر لِئے تُم نے
نہ لوُٹو اِپنے ہاتھوں ہی سے اَپنا کارواں اَب تو
نظَر آتے ہَیں وِیرانی کے منظَر آج وادی میں
کھنڈر تُم نے بنا ڈالیں یہاں پر بَستیاں اَب تو
نِشاط و ہاروَن میں اَب کہاں وہ دِل رُبائی ہے
نہیں وُلَر کی لَہروں میں وہ دِل کَش مستیاں اَب تو
عروسِ وادیٔ کشمیر خاک وخوُں میں لَت پَت ہے
تھکَن محسُوس کرتی ہَیں یہَاں کی ندیاں اَب تو
ترَنّم ریز جھَرنوں سے صدا ماتم کی آتی ہے
نِکلتی ہے ہَوا کے لَب سے بھی آہ و فُغاں اَب تو

یہ سارے خوں چکاں منظر جو دیکھے آبِ جہلم نے
سُناتی ہے اِنہیں رو رو کے ہر موجِ رَواں اَب تو
زباں عُشاق کی مَجبُور ہے اَب نوحہ خوانی پر
کہاں سے لائے وہ مہجُور کا حُسنِ بیاں اَب تو

کشمیر کا اَلمیہ

تھم چلی ہے اَب تو جہلم کی رَوانی ہائے ہائے

کاتبِ تقدیر تیری سرگرانی ہائے ہائے

چپّہ چپّہ وادیٔ گُلپوش کا اَفسُردہ حال

لُٹ چُکی ہو جیسے دُلہن کی جوانی ہائے ہائے

بھیڑ کے مرکز نِشاطؔ و ہاروَنؔ اور پہلگامؔ

اَب کہاں وہ رونقیں اِن میں پُرانی ہائے ہائے

مِل گئیں سَب خاک میں عہدِ طرَب کی مستِیاں

وہ حقیقت بَن گئی اَب اِک کہانی ہائے ہائے

کوہساروں پر یہ جُھلسے دیوداروں کے بدَن

کہہ رہے ہَیں گولہ باری کی کہانی ہائے ہائے

بستیوں کی بستیاں دیکھی ہَیں مَیں نے بے چراغ

کر رہی ہَے موت اِن پر حُکمرانی ہائے ہائے

موسموں کے جِسم چھلنی خوف سے بوجھل فِضا

ہر طرف اِک خامُشی کی لنترانی ہائے ہائے

''وادیٔ کشپؔ میں جب کھولی زباں بندوق نے''

وادیٔ کشپؔ میں جب کھولی زباں بندوق نے
گل نہ پھر کیا کیا کھلائے جانستاں بندوق نے

بستیوں کی بستیاں شہرِ خموشاں ہو گئیں
روند ڈالے سب کے سب قومی نِشاں بندوق نے

اَن گِنت معصوم بچّے کِتنے بوڑھے والدین
بھون ڈالے کِتنے بانکے نوجواں بندوق نے

چھید ڈالے سینکڑوں معصوم کلیوں کے بدن
عِصمتوں پر مَل دِیا کالا دھواں بندوق نے

اِک عروسِ نو سَجایا کرتی تھی جِن میں گلاب
ریزہ ریزہ کر دِئے وہ پھول داں بندوق نے

خیریت عُشّاق گر تُم چاہتے ہو چُپ رہو
گنگ کر ڈالی ہے شاعر کی زباں بندوق نے

''آنے والی عید کردے شادماں کشمیر کو''

پھینکئے تیر و تفنگ اَب چھوڑئے شَمشیر کو

راحتوں کا سانس لینے دیجئے کشمیر کو

شوکتِ ماضی کو لُٹتے اب نہ دیکھا جائے گا

اوج و عظمت آشنا پھر کیجئے کشمیر کو

تذکرہ پھر انجمن در انجمن ہو امن کا

امن کی میراث لوٹا دیجئے کشمیر کو

جدوجہدِ امن کو اب کامرانی ہو عطا

پھر سے خوشحالی کے دن دکھلایئے کشمیر کو

دامنِ رحمت میں لے اللہ میاں کشمیر کو

آنے والی عید کر دے شادماں کشمیر کو

نِشاط باغ میں آمدِ بہار

لوٹ آئی ہے زمیں پر پھر سے بہار دیکھو
پھوٹا مسرّتوں کا ہے اک فِشار دیکھو

بارات تِتلیوں کی ہے شاخِ گُل پہ رقصاں
بھنوروں کو مِل رہا ہے کیف و قرار دیکھو

جنّت کی وادیوں سے شاید کہ لوٹ کر پھر
آئی ہے بُلبلوں کی گُلشن میں ڈار دیکھو

ہر سمت پھر سے گویا رنگِ چمن ہے بدلا
لالہ و نِسترن ہیں کیا عطربار دیکھو

کوئل کی صوتِ کوُ کوُ مینا کی نغمہ خوانی
چھیڑے ہوئے ہیں دونوں پنچھی ملہار دیکھو

جلووں کی تاب کِس کو عُشاق گلستاں میں
جھُک جاتی ہیں نگاہیں بے اختیار دیکھو

سیرِ نشاط باغ سرینگر

سبز چُنری شوخ سبزے نے ہے پھیلائی ہوئی
اور اِس پر حُسن کی اِک باڑھ سی آئی ہوئی
ہر طرف شبنم ہی شبنم باغ میں چھائی ہوئی
ہر کلی شبنم نے ہے شاخوں پہ نہلائی ہوئی
صبح نے بدلا ہے نقشہ عالمِ ظلمات میں

عارضِ گُل پر تھرکتا نرم شبنم کا حُباب
سر بہ سجدہ ہر طرف کلیوں کے جھُرمٹ بے حِساب
ہلکی ہلکی دھوُپ اُن پر آپ ہے اپنا جواب
کھول دی ہے حمدِ مولےٰ کی پرندوں نے کتاب
یعنی کوئل اور مینا محو ہیں نغمات میں

بہتے جھرنوں کی صدائے دِل رُبا یہ غُلغلہ
جا بجا بہتی ہوئی ندیوں کا دِلکش سِلسلِہ
تیز رَو گا ہے بہ گاہے موجِ رواں کا قافلہ
مرحبا فطرت کی ہر اک شے کا ہے چہرہ کھِلا
کَون ہے؟ کِس نے دِیا یہ سِلسِلہ خیرات میں

قابلِ توصیف ہیں یہ وقت کے لیل و نہار
گوشہ گوشہ کشتِ نند کا ہو گیا ہے لالہ زار
باغ و بن ہیں دیدنی کیا دیدنی ہیں کوہسار
چار سُو وادی میں چھایا ہے عجب کیف و خُمار
پھِر پلٹ کر زِندگی کیا آئی ہے باغات میں

اِلزام ہے میرے پوتوں کا (حال جموں)

کوئل کی سُریلی کوٗ کوٗ میں پیغام ہے میرے پوتو ں کا
تُم دوٗر ہو گھر سے دادا کیوں اِلزام ہے میرے پوتوں کا

یوٗں مَیں نے جواباً لِکھ بھیجا اَے لختِ جگر اَے نوٗرِ نظر
ناداں ہو ابھی تم، پوچھ تاچھ، یہ کام نہیں ہے پوتوں کا

پوچھو یہ بڑی اماں سے تم اَے دادی ماں یہ بات ہے کیا
وہ بھی یہ جواباً کہہ دیگی یہ کام نہیں ہے پوتوں کا

مَیں گھر سے بے شک دوٗر سہی ہوٗں پاس تُمہارے جانِ جگر
یادوں کے مِرے ہونٹوں پہ سدا بس نام ہے میرے پوتوں کا

باہر ہوٗں، یہ مجبوری ہے، میں خون کے آنسو پیتا ہوٗں
ہر سانس میں کیا مِلتا مُجھ کو پیغام نہیں ہے پوتوں کا؟

بزمِ دانش کدہ کی نذر

میں یادِ پاک میں تری گریاں ہوں شب و روز
اشکوں کی باڑھ ہجر میں اک جو سی لگے ہے

رقصاں ہیں مرے سینے میں یادوں کے ہیولے
ہر آن ہوا میں تری خوشبو سی لگے ہے

فرحت ہوا میں بادہ کے سبو سی لگے ہے
ہستی تری مجھے تو آبجو سی لگے ہے

اَب بھی دیارِ شوق میں زندہ ہے صدیقیؔ
آزادؔ کی بزرگی جواں رُو سی لگے ہے

دانشؔ کدہ کی خاک ہے اِک خاکِ ارجمند
تعظیم اس زمین کی ہر سُو سی لگے ہے

عُشاقؔ اپنے گھر کے ہیں آنگن میں جلوہ گر
دانشؔ کدہ کے صحن کی خوشبو سی لگے ہے

۱۔ مرحوم منظور الزماں صدیقیؔ
۲۔ مرحوم پروفیسر جگن ناتھ آزادؔ

شانِ حسینؑ

کربلا ہے عظمتِ جانِ حسینؑ، دین پر پائندہ احسانِ حسینؑ

ہے ثناخواں اِس کا دریائے فرات، اِس کی اِک اِک موج فرمانِ حسینؑ

کُفر کا لشکر ہُوا پیوست خاک، جب چلی شمشیرِ بُرانِ حسینؑ

ذرہ ذرہ کربلا کا ہے گواہ، نذرِ مولےٰ ہو گئی جانِ حسینؑ

دستِ یزداں سے ہوئیں گلباریاں، تھیں یہی عُشاق شایانِ حسینؑ

مِٹایا حُسینؑ نے

راہِ خدا میں خوُد کو مِٹایا حُسینؑ نے،
پائندہ دینِ حق کو بنایا حُسینؑ نے

جب معرکہ ہُوا حق و باطل کے درمیاں،
سو سو کو ایک بار گرایا حُسینؑ نے

حیراں تھی ارضِ کربلا سبطِ رسُول پر،
باطل کا قصر آن میں ڈھایا حُسینؑ نے

اِک سَمت تھے ہزاروں بہتّر تھے اِک طرف،
اِک لشکرِ کثیر بھگایا حُسینؑ نے

پیکار جوُ تھا لشکرِ باطل یزید کا،
پھر بھی پیامِ اَمن سُنایا حُسینؑ نے

لیکن ہُوا نہ اُس کا لعینوں پہ جب اَثر،
اعلانِ جنگِ حق بھی سُنایا حُسینؑ نے

اِک کھلبلی سپاہِ یزیدی میں مَچ گئی،
جَب تیغِ حیدری کو اُٹھایا حُسینؑ نے

جاوید آپ ہو گئے رُسوا ہُوا یزید،
رُتبہ شہیدِ حق کا جو بارا حُسینؑ نے

دینِ محمدیؐ پہ کِیا خانداں نثار،
ایماں کو جان دے کے بچایا حُسینؑ نے

دستِ یزید وشمر پہ بیعت کے واسطے،
ہرگز نہ اَپنا ہاتھ بڑھایا حُسینؑ نے

چھوُ کر ہوا جو آئی ہے روضہ حُسینؑ کا
گُلزارِ نطق میرا کِھلایا حُسینؑ نے

پت جھڑ کا موسم

پیڑ پودوں کے لب بھی ہیں سوکھے ہوئے باغ ویران ہیں گل پریشان ہیں

جب سے پت جھڑ کے موسم کی آمد ہوئی، محوِ ماتم سبھی کھیت کھلیان ہیں

ناموافق ہواؤں کے اب قافلے، رفتہ رفتہ ہیں ڈیرے جمانے لگے

زرد پتے ہوا میں بکھرنے لگے، شاخیں ننگی ہیں بدحال بے جان ہیں

زرد میلی ہوا سبز باغات میں، لالہ و گُل کی رونق کی قاتل ہوئی

سرو وسوسن کے چہروں پہ ہے مردنی، یاسمن اور نرگس بھی ہلکان ہیں

کشتِ شاداب ہر سمت بنجر لگے، خشک جھونکے ہواؤں کے نشتر لگیں

ہے زمیں پر بگولوں کا تانڈو بپا، کرنیں سورج کی بھی شعلہ سامان ہیں

یہ دلِ زار گو تیرا غمناک ہے، کھیل قُدرت کا سارا یہ عُشّاق ہے

وہ ہے مُختارِ کُل ہم تو محتاج ہیں، اِس کے رازوں سے ہم لوگ انجان ہیں

قِلعہ باغِ باہُو کی سیر

سیر کی خاطر گیا عُشاق باہُو کی طرف، اِس کے نظارے کا جب حاصِل ہُوا اُس کو شرف
ہَے بُلندی پر یہ قِلعہ باغ ہَیں زیبِ نشیب، ہے کمالِ دَستِ قُدرت کا نمونہ پُر فریب
مَیں نے قِلعے کی تراشیدہ چٹانیں دیکھ لیں، پُر خطر خار اور پتھّر کی مچانیں دیکھ لیں
عہدِ شاہی کا مِری آنکھوں میں نقشہ چھا گیا، مَیں مزاجِ حُکمرانی کا پتہ کُچھ پا گیا
مُجھ سے محوِ گُفتگوُ قلعے کی ہر دیوار تھی، دامنِ قلعہ میں توّی کیا سُبک رَفتار تھی
خوشنما باغات تھے صنّاعِ قُدرت کا کمال، دولتِ گلہائے رنگیں سے تھیں شاخیں مالا مال
مُختصر بیرُونِ قلعہ کا تھا منظر پُر سرُور، اِس کے اَندر جا کے دیکھا مَیں نے اِک مَندر حضُور
مرد و زن کے غول تھے محوِ عبادت جا بجا، بج رہے ناقوس تھے اور گھنٹیوں کی تھی صدا
احتراماً مَیں بھی اَب سوئے شِوالہ بڑھ گیا۔ اَور چرنوں میں مہا کالی کے جا کر پڑ گیا
دستِ قُدرت نے گڑھی گیا جانفزا تصویر ہَے، اِس کا ھر اِک انگ گویا مہر کی تنویر ہے
ہَیں اُفق پر خُوشنما قوس و قزح کے رنگ رُوپ بادلوں کی اوٹ سے جیسے نِکل آئی ہو دھوُپ

کُرسی

نہ تُم اس کاٹھ کی پُتلی سے اُمیدِ وفا رکھنا
یہ کُرسی ہے میاں کُرسی، بڑی ہی بے وفا کُرسی

کبھی جو مہرباں ہو کر بشر کو شاد کرتی ہے
تو سَو سَو رَنگ سے اُس کو بہُت آباد کرتی ہے

مِلا دیتی ہے مٹّی میں، ہے دیتی جب دغا کُرسی
یہ کُرسی ہے میاں یعنی بہُت ہی بے وفا کُرسی

قبلۂ ثانی پروفیسر جگن ناتھ آزاد سے ایک مُلاقات

تیرھویں ماہِ مئی کی شام تھی

مَسکنِ آزاد تھا گاندھی نگر

مَیں گیا سجدہ گُزاری کے لئے

قابلِ تعظیم اُس ہستی کے گھر

مُجھ سے تھا محوِ سُخن رہبر مِرا

ذِکر میں آیا مِرا شعری سَفر

شاعری میں آپ کی آئے گی آب

آپ پڑھنے سے نہ کیجئے اجتناب

کہہ رہے ہَیں شعر بے شک بے حِساب

مَیں نے پڑھ لی آپ کی ذہنی کِتاب

شعر ہونگے آپ کے بھی کارگر

کاملِ فن اِن پہ گر ڈالے نظر

بے توقف بہرِ اصلاحِ کَلام

آپ کیجیے کُچھ مُناسب انتظام

کیجئے رُخ جانبِ شملہ شتاب

اور حاصل کیجئے رُشدِ شبابؔ

مردِ کامل ہیں وہاں حضرت شبابؔ

ہو سکیں گر آپ اُن تک باریاب

ہَیں عروض و بحر میں وہ پُختہ کار

بے غرض درویش ہَیں وہ ذی وقار

آپ لیں اُن سے ہی عِلمی مشورے

فیض اُٹھائیں اُن کے بابِ فیض سے

(حضرت ڈاکٹر شبابؔ للت شملہ)

روزِ محشر

سَوا نیزے پہ سوُرج اور فَضا آتِش فِشاں ہوگی

حُضوُرِ داورِ محشر وُہ بزمِ امتحاں ہوگی

حِسابِ نیک و بد ہوگا اَزل سے تا اَبد ہوگا

سزا ہوگی جزا ہوگی رعایت پھر کہاں ہوگی

خُدا کے نیک بندوں کا جہاں جنّت میں گھر ہوگا

گُنہہ گاروں کی گردن پر وَہاں تیغِ رواں ہوگی

فرِشتے نامۂ اعمال پڑھ پڑھ کر سُنائیں گے

سبھی کی حسبِ ایمان وعمل پُرسِش وَہاں ہوگی

پرَستارِ خُدا ہوُں میں پرَستِش میرا ایماں ہے

نِشانی میرے قشقے کی جَبیں کے دَرمِیاں ہوگی

عدالت

اپنی دولت کیوں کچہری میں لُٹا دیتے ہَیں لوگ
دُشمنی آپس میں ناحق مول کیوں لیتے ہَیں لوگ

نا اُمیدی کو اُمیدوں میں بدلنے کے لِئے
ناؤ کیوں بے کار اپنی ریت میں کھیتے ہَیں لوگ

زِندگی ہے زِندگی کی طرز پر جِینے کا نام
کیوں مقدمہ بازیوں میں غرق کر لیتے ہَیں لوگ

اپنی آدھی زندگی انصاف کی اُمیّد میں
کرکے جیبیں اَپنی خالی دِل کو جُل دیتے ہَیں لوگ

جنگ لڑتے ہَیں جو تعمِیر و ترقی کے لِئے
مرتبہ دُنیا میں اونچا بس وہی لیتے ہَیں لوگ

اُف! وکیلوں کے بھروسے پر یہ بن کر مرغیاں
جھوٹی امّیدوں کے انڈے کس لئے سیتے ہیں لوگ

نوٹ:- احاطہ ہائی کورٹ جموں میں لکھے گئے اشعار

شِکوہ

شُکریہ اَے ربِ عالی شُکریہ صد شُکریہ
یہ حیاتِ مُختصر مجھ کو برس دو چار دی
مَیں نہیں کُچھ بھی مگر اِتنا تو ہے مُجھ پر کرم
روزی روٹی مُجھ کو عِزّت کی جو تھی درکار دی
تُو کہ ہے مُختارِ تقدیریں ہَیں تیرے ہاتھ میں
ساتھ خوشیوں کے مُجھے کُچھ کلفتِ آزار دی
تیرے ہر فرمان میں پوشیدہ کُچھ اسرار ہَیں
اَپنی بھگتی کی مُجھے اِک دولتِ بیدار دی
جیتے جی تو مُجھ کو رکھّا راحتوں سے درکِنار
وقتِ آخر کُچھ تسلّی میرے منہ پر مار دی
مَیں نے ظُلمت کے سِوا کُچھ بھی نہ دیکھا عُمر بھر
زندگی بھی دی تو کیا مُجھکو مری سرکار دی

صدرِ محترم مدرسہ جے کے پبلک اِسکول کی نذر

ہو گیا مُجھ کو یہ حاصِل تجربہ،
دورِ حاضِر میں خطا ہے کارِ نیک
آ کے بہکاوے میں اِک درویش کے،
مَیں اُٹھا بیٹھا ہوُں بھاری بوجھ ایک

مدرسہ جو مرکزِ انوار ہے
آج گِر جانے کو یہ تیّار ہے

واسطہ ہے تُجھ کو اِس فریاد کا،
ساتھ اَپنے نیک خوُ اَجداد کا
عِلم کے اِس گھر کو آ کر دیکھ لے،
حال کیا ہے خانۂ برباد کا

دیکھ خوُد کیا اِس کا حالِ زار ہے
ناتواں کاندھوں پہ اِس کا بار ہے

''درویشِ کامِل محمد اِسحاق مرحوم''

یکم جنوری

ہَم کل کی یادیں بھولیں کیوں؟ وہ بھی تھا اہم جو بیت گیا
لو آج بھی کل سے نکلا ہے کچھ یادوں کی بارات لِئے

خوددار نگر کے محنت کش کب بھیک کی روٹی کھاتے ہَیں؟
دہلیز پہ پھِر آیا ہے کوئی کیا روٹی کی سوغات لِئے؟

خوشبوئے محبّت سے اَپنا یہ شہر معطر ہو جائے
ہَم درسِ اَخوت دیں اُن کو جو پھِرتے ہَیں ظُلمات لِئے

دُخترِ مِلّت کی پُکار

دُخترِ مِلّت پہ جبراً لازمی ہو کیوں نقاب
مُجھ کو سمجھاؤ چھپاؤں کِس لِئے چہرے کو مَیں
کیوں خُدا کے نام پر مُجھ کو ہیں سمجھاتے یہ لوگ
جانتی ہوُں مُدّتوں سے جن کے ہر چہرے کو مَیں
عِزّت و عِفت کی سر پر اوڑھنی اوڑھے ہوُئے
ایک مُدّت سے ترستی ہوُں کِسی سہرے کو مَیں
میرا بھی حق ہَے کہ پاؤں اِک رفیقِ زِندگی
جی میں آتا ہَے کہ توڑوُں وقت کے پہرے کو مَیں
شب کی تارِیکی میں کوئی رُخ نہ میرا چوُم لے
اِسلئے سوتی ہوُں بے شک ڈھانپ کر چہرے کو مَیں
میرے واعظ پہلے اَپنے گھر کے اَندر جھانک لے
بیٹیاں تیری ہَیں عُریاں کیوں ڈھکوُں چہرے کو مَیں

سالِ نَو

67

سالِ نَو کو کہتے ہَیں پیر و جَواں خوش آمدید
خَلقتِ عالم کے ہَے وردِ زباں خوش آمدید

ہوں قدم تیرے مُبارک عیسوی کے سالِ نَو
کہہ رہے ہَیں تجھ کو سَب تاریخ داں خوش آمدید

ہاں ہمارے دردِ دِل کا تُو مسیحا بَن کے آ
لا ہَمارے مُلک میں خوشحالیاں خوش آمدید

خیر مقدم سالِ نو ! سالِ گذشتہ الوداع
بَن گیا عُشاقؔ کا دِل گلِستاں خوش آمدید

تہذیبِ نو

تہذیب کے اِس دور میں تفریق کے صدمات
کشمیر میں ہیں قتل تو میرٹھ میں فسادات
اعمال بتاتے ہیں کہ ہم ننگِ چمن ہیں
دِلسوز و جگر پاش رہے اپنے خیالات
گیتا کے شلوکوں کا نہ مفہوم سمجھ پائے
سمجھے نہیں ہم ٹھیک سے قرآن کی آیات
اُبھرے گا بھلا کیسے یہاں رنگِ محبت
ملاّ و برہمن کے ہیں مشکوک خیالات
اِس دور کے سادھو کا چلن نفس پرستی
اِس دور کے درویش کی فطرت میں خُرافات
آلودہ ہوئی پاک فضا گنگ و جمن کی
صد حیف ابھی ہوتے ہیں بھارت میں فسادات
اربابِ سیاست بنے تہذیب کے قاتل
شاید اِسی کا نام ہے جمہور کی سوغات

کب ہوگی عطا ہم کو وہ آسودہ خیالی
پیدا کرے جو ہند میں ماحولِ مساوات
اے کاش! کہ عشاق کے مانند سبھی لوگ
تازہ کریں ماضی کی مروّت کی روایات

زِندگی

رِیت کی بُنیاد پر اِس کا قیام
زِندگی ہَے اِک عِمارت نیم خام
زندگی کو ہے نہیں حاصل دوام
زندگی ہے ایک گردش نا تمام
چند سانسوں پر ہَے قائم زندگی
رُک گئی اِک سانس تو قصّہ تمام
لمحے لمحے کو غنیمت جانئے
مُختصر ہَے چَند سانسوں کا نظام
پاسبانِ شہر ہَیں قاتِل مِزاج
ہو رہا ہَے کوُچہ کوُچہ قتلِ عام
مندرو مسجِد میں ہی کیوں دوستو!
بیٹھ کر جپ لو کہیں بھی رَب کا نام

صُبح تیری دیکھ لی اَے زِندگی

منتظر ہوُں اَب کہ دیکھوُں تیری شام

زِندگی عُشاّق ہے مِثلِ حباب

زِندگی میں کِس کو حاصِل ہے دوام

احوالِ واقعی

نو جواں بیکار ہے اور بے سہارا آج کل
پھر رہا ہے دربدر یہ مارا مارا آج کل

خوف و حیرت نے ہے چھینی اس کے چہرے کی چمک
زردیاں ہیں اس کے رُخ سے آشکارا آج کل

چھوڑیئے مت کیجئے اِس دور کے اِنساں کی بات
ہاں یہ وحشی بن گیا ہے اب دوبارا آجکل

آدمی کا آدمی ہمدرد ہوتا تھا کبھی
آدمی کو آدمی ہے ناگوارا آجکل

دیدۂ عبرت سے میرے اشک تھمتے ہی نہیں
دیکھ کر یہ قتل و غارت کا نظارا آجکل

دَشت کے خونی درِندوں سے تھا خائف آدمی
ہے یہ خود اِنسان کی دہشت کا مارا آج کل

اُستادِ مُحترم قبلہ نِشاؔط کشتواڑی کی خِدمت میں

(بہ دوران ریاستی سطح مشاعرہ منعقدہ جے کے پبلک اسکول کشتواڑ

مورخہ ۳۰ اگست ۱۹۹۵ء)

سرِ بزمِ اہلِ سُخن دیکھتا ہوُں
مَیں اِک پیکرِ عِلم و فَن دیکھتا ہوُں

تلمّذ ہے سیمابؔ کا جِس کو حاصِل
مَیں وہ شاہِ اقلیم فَن دیکھتا ہوُں

غزل میں ہے جِس کی وقارِ تغزّل
وہ فن کارِ شیریں سُخن دیکھتا ہوُں

نِشاؔطِ گرامی ہَیں اِک فرد یکتا
مَیں اِس فرد میں انجُمن دیکھتا ہوُں

بہُت دیر بعد آج محفِل میں عُشاؔق
نرالا سا اِک بانکپن دیکھتا ہوُں

نذرانہ عقیدت

بحضورِ فخرِ وطن شہنشاہِ شعروسُخن و آفتابِ علم و ادب جناب قبلہ جگن ناتھ آزاد

(تقریبِ سعید ''جشنِ نشاط'' مورخہ ۳۰ اگست، ۱۹۹۵ء میں

آزاد صاحب کی شرکت پر)

ابنِ محروم ہیں جناب، آزاد،

فنِ شعروسُخن کے ہیں اُستاد

ہیں شہنشاہِ فن حقیقت میں،

نام ور دانش اور حکمت میں

آپ ہیں مہرِ آسمانِ ادب،

طوطیٔ فخرِ گلستانِ ادب

سربسر علم و فن کا پیکر ہیں،

بحرِ تحقیق کے شناور ہیں

باغِ دانش میں ہیں یہ مثلِ گلاب،

کانِ اُردو کے گوہر نایاب

تیری تشریف آوری پہ یہاں

کیوں نہ خوش ہوں ہمارے پیر و جواں

ہند اور پاک میں ترا چرچا، شرق

میں غرب میں ترا شہرہ

ہیں گراں مایہ تیری تصنیفات،

موتیوں سے بھری ہیں تالیفات

تُو ہے اقبالیات میں ماہر، تُجھ کو

شاعر کہوں کہ میں ساحر

تُو ہے گوہر شناسِ علم و ادب، فکر و

دانش کی سلطنت کا رب

کشتواڑ آج تُجھ پہ نازاں ہے،

راستے میں ترے گُل افشاں ہے

ہم کہیں گے خیالِ دل تُجھ سے، اور

بانٹیں گے حالِ دل تُجھ سے

ہے محبت ہماری تُجھ پہ نثار،

آ گیا ہے تُو بن کے بادِ بہار

تیری عُشاق پہ عنایت ہے،

اس کے دِل میں تری عقیدت ہے

اعتراف

ہے ذوق تُم کو کِتاب کا بھی
اِک ایسے کارِ ثواب کا بھی
ہو شعر ہر اِک پیام فرحت
مگر یہ فن ہے حِساب کا بھی
مُطالعہ مَشق ہے ضرُوری
یہ مَشورہ ہے شبابؔ کا بھی
تُم اَپنی غزلوں سے خوُد ہی پوُچھو
ہے شعر کوئی حِساب کا بھی

(اُستادِ محترم قبلہ شبابؔ لِلت شملہ)

پوتے مِرے

آج ہَیں عُشّاق میرے روبرُو پوتے مِرے
خُوبصُورت، خوُب سیرت، نیک خوُ پوتے مِرے

جگمگاتے ہَیں یہ انجم مہرِ تاباں کی طرح
لعل ہَیں مرجان ہَیں یہ خوب رُو پوتے مِرے

توتلی باتوں سے اُن کی میرا دِل ہوتا ہے شاد
نرِگس و سوسن، چمیلی ہوُ بہوُ پوتے مِرے

جَب کبھی میں گھر پہ ہو جاتا ہوُں کُچھ افسُردہ سا
گُدگُدی کرتے ہَیں آکر دوُبدوُ پوتے مِرے

میری اُمیدوں کا حاصِل، حاصِلِ تعبیرِ خواب
ہونگے میرے خانداں کی آبروُ پوتے مِرے

تہوار لوہڑی کا

مُبارک! صد مُبارک دوستو تہوار لوہڑی کا
گئی سردی کی رُت سمجھو کرو دیدار لوہڑی کا
چمن میں پھر سے آغازِ فروغِ لالہ و گُل ہے
لہُو میں گرمیاں لانا ہے بس کردار لوہڑی کا
ہم اکثر جنوری تیرہ کو سب مِل کر مناتے ہیں
گلی کوُچوں میں کرتے گرم ہیں بازار لوہڑی کا
درِ میخانہ پر جمتی ہے محفِل بادہ خواروں کی
سرُور و لُطف لیتا ہے ہر اِک میخوار لوہڑی کا

بہ موقع انجمن اِسلامیہ فریدیہ ہائیر سیکنڈری اِسکوُل کشتواڑ کی تعمیرِ نو کی تقریب میں

نئی جوانی ہے انجمن کی نیا نیا اس کا بانکپن ہے
ہے کِس کے ذوقِ نظر کا حاصل یہ کِس کی تصویرِ فکر وفن ہے

بُلندیوں کا نقیب خاکہ حسیں عِمارت جمیل نقشہ
نئے نئے خدو خال اِسکے نیا ہے ڈھانچہ نیا بدن ہے

ہیں دلرُبا اِسکے رنگ و روغن چھتیں بُلند اور کُشادہ آنگن
بُلند و بالا یہ اس کا گُنبد فلک سے گویا کہ ہم سُخن ہے

ہے خُلدِ ثانی قریب اِس کے جو زیرِ تعمیر ہے عِمارت
یہ دینِ حق کی نئی اَمانت فروغ رُخسارِ انجمن ہے

[illegible] در پہ تیرے میں سر بہ سجدہ قبول ہو میرے دِل کا ہدیہ
تیرے تقدّس کا ہے یہ صدقہ نثار تجھ پر مِرا سُخن ہے

میں طفلِ ناداں ہوُا تھا وارد چمن میں تیرے گلوں کو چُننے
جو پائے [illegible] اُن کی نرالی نِکہت عجب پھبن ہے

عشاق پھول

(جامعہ مسجد)

یادِ انجمن اسلامیہ اسکول کشتواڑ

تیرے چمن کا ہر گُل انجم سے کم نہیں ہے،
تیری زمیں سے پیدا فخرِ زماں ہوئے ہیں
کیوں ناز ہو نہ ہم کو عظمت پہ انجمن کی
گودی میں جس کی پل کر ہم بھی جواں ہوئے ہیں

(سابقہ متعلم انجمن ہذاہ)

اَے نِظامِ زیست

اَے نِظامِ زیِست تیرا بھی عجب اَنداز ہے
تُو سرور و کیف گاہے، گاہے تُو رنج و ملال

موت کا سِکّہ رَواں ہے گُنبدِ اَفلاک تک
ہَے عروجِ زِندگی کا موت ہی آخر زوال

اَے اَجل تُجھ تک رَسائی کی بشارت کب مِلے
کُشتگانِ غم کا تُجھ سے ہَے یہی اکثر سَوال

بے سبب مخلوُق کو مارا ہے تُونے بے دریغ
کار گاہِ زِندگی میں ہَے بَشر تُجھ سے نِڈھال

زِندگی کے تاج کی تعمِیر اَکثر رُک گئی
جَب بھی آیا ہَے بَشر کو موت کا اَپنی خیال

لِباس

ہر روز وہ پہنتا ہے کیا کیا نئے لِباس
ہونگے ضرُور خاص کِسی کے لِئے لِباس

خیاطِ باکمال ترے ہاتھ چوُم لوُں
کیا دِلنواز اُسکے ہیں توُنے سِئے لِباس

دھوبی چلا ہے گھاٹ پہ کِس آن بان سے
گٹھڑی اُٹھا کے پِیٹھ پہ کیا کیا لئے لِباس

لائی دُلہن جہیز میں خوُشرنگ پارچات
دُولہے کو بھی رفِیقوں نے کیا کیا دِیئے لِباس

میرا رقیبِ خاص وہ بنجارہ بن گیا
لاتا ہے خاص چُن کے وہ اُس کے لِئے لِباس

خِلعت کی بخششیں کبھی خیرات کا کفن
قِسمت نے آدمی کو ہیں کیا کیا دِیئے لِباس

کشمیر کے گُلابوں سے اور زعفران سے
عُشاقؔ توُنے شعر کو کیا کیا دِیئے لِباس

مَیں اور میری شاعری

میں نے سوچا تھا بہت پہلے کہ مَیں شاعر بنوں،
غالِبِ ثانی بنوں یا داؔغ یا ساحؔر بنوں
سارے ہی شاعر ہوں میرے حلقۂ تلمیذ میں،
شاعری کے فیلڈ کا مَیں ایسا ایمپائیر بنوں
رَفتہ رَفتہ جوئے بارِ شوق میں بہتا گیا،
ٹوُٹے پھوُٹے سینکڑوں اشعار مَیں کہتا گیا
ہے غزل کیا چیز میں اِس سے شناسا ہی نہ تھا،
شعرگو کہتا گیا بیکار میں کہتا گیا
گاہے گاہے بزمِ اہلِ فن میں بھی جانے لگا،
اور اُن سے تھوڑا تھوڑا فیض مَیں پانے لگا
بزمِ شعرا کا طبعیت پر اثر چھانے لگا،
تھوڑا تھوڑا فہم و دانش میں مِری آنے لگا
گو خیال و فکر کے گوشے مِرے زرخیز تھے،
ولولوں سے میرے اُفکارِ سُخن لبریز تھے

وقت کے معرُوف شعراکا یہاں تھا دبدبہ،
شاعری رنگیں تھی اُن کی شعر کیف انگیز تھے
ایک دِن کھانی پڑی جب بزمِ فن میں مُجھ کو مات،
مَیں نے سوچا کیوں نہ کرلوُں میں کِسی رہبر سے بات
بحرِ سجدہ مِل گیا عُشّاق کو پائے نِشاط
مُرشدِ کامل نے تھاما بڑھ کے اِس بے کس کا ہات
اَے نِشاطِ خوُش بیاں اَے شاعرِ شیریں مقال
مُستند شاعر ہَے تیری شاعری کیا با کمال
تیری تصنیفات نادر اور سب ہی نسخہ جات
جن میں اعزازی ہے شامل ایک ''تصویرِ خیال''

نوٹ :- ''تصویرِ خیال'' کی تصنیف پر ریاستی اکیڈمی نے شاعرِ موصوف کوتوصیفی سند اور نقد انعام سے سرفراز فرمایا ہے۔ نیز ریاستی گورنر بہادر سے بھی میڈل کے علاوہ زرِ نقد سے بھی نوازا گیا ہے۔

خود فریبی

مولاؔ نے مُجھ کو بخش دِیا کیا شعورِ فن
کیا معرضِ سُخن کا مَیں اِک شَہسوار ہوُں
یہ بالیقیں نشاؔطِ کی تاثیرِ دُعا ہَے
اِس کا نیاز مند ہوُں خدمت گذار ہوُں
پوشِیدہ میرے فن میں ہے رنگِ کمال اگر
اِس کے لئے نشاؔط کا میں قرضدار ہوُں
فِکر و نظر میں ہَے مِری بالیدگی کا رنگ
اَحباب کی نگاہ میں اَب باوقار ہوُں

اُستادِ محترم مرحوم حضرت نشاؔط کشتواڑی

اِنتخابات

چھا گئی ہے پھر چُناؤ کی فِضا   اَب تو ہر لیڈر کے لَب پر ہے صدا
بھائیو، بہنو، بزرگو، ساتھیو   میری خِدمت کا کرو تُم حق ادا

ووَٹ دو مُجھ کو خُدارا ووَٹ دو
یوُں مُخالِف کو مِرے تُم چوٹ دو

اور ووَٹر بھولے بھالے ناتواں   مَردو زن بوُڑھے بزرگ اور نوجواں
مان کر اُمیّد واروں کے بیاں   ڈال کر آتے ہَیں اَپنی پرچِیاں

ہو گئے جب مُنتخب لیڈر مِیاں
کون پھر آتا ہَے اُن کے دَرمِیاں

پھر کِئے پَر اَپنے پچھتاتے ہَیں لوگ   لِیڈروں سے دھوکا جب کھاتے ہَیں لوگ
دِل کو وعدوں ہی سے بہلاتے ہَیں لوگ   سادہ لوحی کی سزا پاتے ہَیں لوگ

کیا کبھی سوچا یہ کیوں کر ہو گیا
کیا مِلا بس ووَٹ اَپنا کھو گیا

کون کہتا ہَے کہ ہم پسماندہ ہَیں   کُچھ ہَیں بھوُلے اور کُچھ ناخواندہ ہَیں
ناتواں کمزور اور درماندہ ہَیں   درس گاہوں سے رہے ہم راندہ ہیں

دَور خوانده کے ہیں البتہ گنوار
ناؤ پر نا خواندگی کی ہَیں سَوار
مُنتخب جب ہَم کرینگے خواندہ لوگ ایک جُٹ ہو کر سبھی نا خواندہ لوگ
سُرخ رو ہونگے یہی پسماندہ لوگ پھِر نہ کہلائینگے ہَم دَرماندہ لوگ
عِلم ہَے اِنساں کا زیور دوستو
ورنہ ہَم ہَیں ڈھورڈَنگر دوستو

شکرانہ خط

خط مِل گیا ہے شُکریہ میرے جو نام تھا
آغازِ خط میں آپ نے لِکھا سلام تھا
میرا سلامِ شوق بھی کر لیجئے قبُول
صد شُکر اِس میں حوصلہ افزا پیام تھا
پیاسے کی پیاس بُجھ گئی قاصِد کو دیکھ کر
ہاتھوں میں اُس کے خط نہیں اَمرت کا جام تھا
کِس شوق کِس خلوُص و محبّت سے آپ نے
اِس خط میں بار بار لِکھا ایک نام تھا
ہوگا مِلن کب آپ سے پوُچھا ہے آپ نے
ہاں پھر وہیں جو پہلے مِلن کا مُقام تھا

وجودِ عدم

''سُنا ہے کہ آواگمن زِندگی ہے''۔
عَجب رِشتۂ جان و تن زِندگی ہے۔
مگر اِس کے نقش و نِشاں اور بھی ہَیں
کِتابوں میں اِس کے بیاں اور بھی ہیں
جَہاں اِس کو گیتا نے مانا اَمر ہَے
وَہاں قولِ قُرآں ہَے واحِد سَفر ہے
وجوُد و عدم پر بیاں اور بھی ہَیں
عقیِدوں کے سِکّے رَواں اَور بھی ہَیں

جنگلات اور پانی

پانی پہ اور ہَوا پہ ہَے قائم یہاں حیات
ہَے منحصر اِنہیں پہ خُدا کی یہ کائنات

اَفضل ہَے نعمتوں میں جو نعمت وہ آب ہے
قائم اِسی کے دَم سے جَہاں کا شباب ہَے

محفوُظ جنگلات کی دولت ہو مُلک میں
وافر اَناج اِس کی بدولت ہو مُلک میں

جنگل جَہاں پہ ہو وَہاں برسات ہو بہُت
روزی رساں خُدا کی یہ سوغات ہو بہُت

پیڑوں کا مت صفایا کرو جان بوُجھ کر
مارو نہ جان بوُجھ کے لات اَپنے پیٹ پر

نعت بحضورِ رسولِؐ اکرم حضرت مُحمّد صلّے اللہ علیہ وسلّم

ارشادِ محمد ہی ایمان کی دولت ہے
عِرفان کا سوُرج ہے اللہ کی رَحمت ہے
عالی ہے معظم ہے سِرمائیہ عَظمت ہے
شایانِ عَقیدت ہے سامانِ عِبادت ہے
نبیوں میں نبی یکتاوہ آخری پیغمبر
اعزاز یہ کیا کم ہے اِک نام مُحمد کو

پیکر ہَیں مُحمدؐ ہی اَنوارِ مدینہ کے
حضرتؐ ہی محافظ ہَیں آثارِ مدینہ کے
محرم ہَیں محمدؐ ہی اِسرارِ مدینہ کے
انداز خُدائی ہَیں سالارِ مدینہ کے
قُرآن کی دولت تھی اللہ نے اِنہیں بخشی
اعزاز یہ گیا کَم ہے اِک نامِ محمدؐ کو

ہر صُبح فِضاؤں میں پیغامِ مُحمّد ہے
ہر شام کی چھاؤں میں پیغامِ مُحمّد ہے
بُلبُل کی نواؤں میں پیغامِ مُحمّد ہے
جھرنوں کی صداؤں میں پیغامِ مُحمّد ہے

ہیں ارض و سما اُس کی سیرت کے ہی شیدائی
اعزاز یہ گیا گم ہے اِک نامِ محمدؐ کو

''حضرت شاہ فرید الدینؒ بغدادی کی نذر''

اندھیرے فِضاؤں میں جب چھا رہے تھے

نحوست ہر اِک سمت پھیلا رہے تھے

تو اُس وقت محبُوبِ ذاتِ خُدا خوُد

خراماں خراماں چلے آ رہے تھے

لگی ہونے پھِر سے خطاؤں کی بخشِش

مُرادوں کے دامن بھرے جا رہے تھے

عَقیدت کے اَمرت میں بھیگے سَوالی

کرم کے لِئے ہاتھ پھیلا رہے تھے

تھیں تعظیم کی مئے سے مخمُور آنکھیں

عَقیدت کے وہ اَشک برسا رہے تھے

عطا شاہِ بغدادی کی تھی کہ مصرعے

جو خوُد لب پہ عُشاّق کے آ رہے تھے

بتقریبِ سعید شادی خانہ آبادی مبارک دُخترِ نیک اختر عزیزہ سُشما رانا منعقدہ ۸ دِسمبر ۲۰۰۴ء بمقام جموں

ہر پل تری حیات کا راحت مُقام ہو،
چہرے پہ تیرے نوُرِ مسرّت مدام ہو

ماتھے پہ شائبہ نہ کبھی ہو ملال کا،
فرخندہ تیری عُمر کی ہر صبح شام ہو

پھیلے ترے خلوص کی خوشبو حیات میں،
سسرال کے دِلوں میں تیرا احترام ہو

خوشبو گُلوں کی ہو تری ہر بات چیت میں،
مقبول خاندان میں تیرا کلام ہو

ہے بھائیوں کو تیرے حسیں کل کی آرزوُ،
ماں باپ کی دُعا ہے کہ توُ نیک نام ہو

کرتا ہوُں کنیا دان یہی آرزوُ لئے،
تُجھ کو نصیب عِشرت و کیفِ دوام ہو

رُخصت کے وقت مُلتجی تُجھ سے ہے تیرا باپ،
اشکوں بھرا قبول یہ تُجھ کو سلام ہو

عِزّت و عِفّت کی سر پر اوڑھنی اوڑھے ہُوئے
ہو گئے دوروز تُجھ کو میرا گھر چھوڑے ہُوئے
دُخترِ اوّل مِری اور آخری اے نا مدار
رکھنا دونوں ہی گھرانوں کے تو دِل جوڑے ہُوئے

⬭

تھا کبھی جو رُوح کی راحت لہُو
ہو گیا ہَے آج وُہ رُخصت لہُو
مَیں نے سمجھا تھا جِسے اَپنا لہُو
دے گیا آخر وہی فُرقت لہُو

⬭

بدائی کی گھڑی میں کیا سماں دِلسوز ہوتا ہے
سبھی کے واسطے یہ پَل سَبق آموز ہوتا ہے
جِگر گوشے کو جَب اَپنے جُدا ماں باپ کرتے ہَیں
وہ منظر آہ! کیسا غم فضا دلدوز ہوتا ہے

بزمِ دانش کدہ جموں

شہرتِ دانش کدہ کا تم کو اندازہ نہیں
اس ریاست میں کہاں تک اس کا آوازہ نہیں

ہے مرے گھر کے درو دیوار کا نقشہ عجیب
میرا گھر اے دوستو محتاجِ دروازہ نہیں

توبہ توبہ کیا رُخِ روشن پہ اس کے ہے نکھار
پورنیما کے چاند پر دیکھو کوئی غازہ نہیں

بزم ہے دانش کدہ کی یعنی بزمِ اہلِ ذوق
حیف ہے کُچھ دوستوں کو اِس کا اندازہ نہیں

دانش کدہ جموں بہ دورانِ مُشاعرہ زیرِ صدارت تابش مہدی

(پھر شگفتہ ہو گیا پامال سوچوں کا مزاج، پھر پلٹ کر آ گئی ہے طاقتِ پرواز گیا
پھر وہی محفل وہی شعر و سُخن کی بازگشت، پھر وہی منظر وہی ہے شوکتِ شیراز گیا)

بزمِ دانشؔ کدہ جموّں

98

عَجب تھا کیف وطرب کا عالم عَجب تھا لُطف وسرور دِل میں
عجب حسینوں کے تذکرے تھے عجب تھیں نازوادا کی باتیں
نگر میں یاروں کی محفِلوں میں ادَب سے وابستہ مجلِسوں میں
لبوں پہ ہراہلِ ذوق کے تھیں فضائے دانشؔ کدہ کی باتیں

اَے شمعِ سُخن کے پروانو، اَے شعر و ادَب کے دیِوانو
عُشاؔق یہاں پھر آیا ہَے ہاں غور سے اِس کو پہچانو
جب دُور بزم سے ہوتا ہوُں رہ رہ کر اکثر روتا ہوُں
تُم ہجر کا مطلب کِیا جانو اَے بزمِ طرب کے مستانو

(نوٹ) مُجھے اِس بات کا اعتراف ہے کہ بزمِ ہَم قلَم دانش کدہ جموّں سے جب سے میری وابستگی ہوئی میرے ذہن کے ساگر کی مُنجمد لہروں کو زبردست تحریک ملی اور میری شاعری اور نثری تخلیق کو برق رفتاری بھی۔

دانش کدہ جموّں کو نذرانۂ عقیدت

سَلام عِلم و ادَب کے ماخذ سَلام اے بزمِ دانِش وفن
نِثار تُم پر متاعِ جاں ہے نِثار تجھ پر ہے میرا تن من

تُو اِک شِوالہ ہے آگہی کا تُو گھر ہے عرفان و روشنی کا
تو ایک دانش کدہ ہے سچ مچ تو فکرِ شعر وسخن کا مخزن

تُو وہ مُقدّس مقام جِس میں تھے نوؔر و طالِبؔ جگنؔ غزلخواں
یہیں سے آنندؔ اور گئے ہَیں عابدؔ سُلجھا کے اپنے گیسوئے فن

تُو ہے کہ ماخذ علوُم وفَن کا تُو ہے کہ مَسکن سُخنوروں کا
تو پاسبانِ زبانِ غالِبؔ نثار تجھ پر یہ میرا تن من

مرحوم نوؔر الزماں نوؔر صدیقی، مرحوم طالِبؔ ایمن آبادی، مرحوم پروفیسر جگنؔ ناتھ آزادؔ مرحوم پروفیسر عابدؔ پیشاوری، مرحوم مالِک رام آنندؔ

"تاریخی برف باری 2004ء کا قہر"

ہوئی برف باری جو اِمسال ہے، خُدائی ہوئی اِس سے بے حال ہے
بچھا ہر طرف برف کا جال ہے، عمارت گری اور پامال ہے
ہر اِک شے تلے برف کے ہے دھری
ہری ہر، ہری ہر، ہری ہر ہری

کہاں برف تھی! کوئی سیلاب تھا، کتابِ حوادث کا اِک باب تھا
جہاں جو بھی تھا، تھا مُقید وہیں، مِلن ایک دوُجے کا اِک خواب تھا
مُلاقات باہم تھی خطروں بھری
ہری ہر، ہری ہر، ہری ہر ہری

جہاں پر بھی جس کی تھی کٹیا کھڑی، وہ تھی برف میں پوُری پوُری گڑی
مکینوں پہ اُفتاد ایسی پڑی، کہ ہے زندگی بس گھڑی دو گھڑی
تھی ہر آنکھ میں آنسوؤں کی جھڑی
ہری ہر، ہری ہر، ہری ہر ہری

نہ پانی نہ پاور نہ ٹی وی بحال،   نہ تھا فون زِندہ نہ لکڑی کا ٹال
مَیں کیا ابتری کی بھلا دوں مِثال،   نہ آٹا نہ چاول نہ تھی گھر میں دال
تھی سَردی بھی اُوپر سے وہ سَر پھری
ہری ہر، ہری ہر، ہری ہر ہری

بھرے باغ سیبوں کے تھے بے ثمر،   چناروں کی شاخیں خمیدہ کمر
ہَراساں تھا حالات سے ہر بَشر،   نہ تھا اِس کا سرکار پر کُچھ اَثر
سُنائے کِسے کوئی کھوٹی کھری
ہری ہر، ہری ہر، ہری ہر ہری

کسے سوجھتا دین و ایمان تھا،   ہَر اِک اَپنے غَم سے پریشاں تھا
بَشر خوُدغرض اور شیطان تھا،   مگر پھِر بھی قُدرت کا اُحسان تھا
ٹلی فضلِ رب سے یہ دُکھ کی گھڑی
ہری ہر، ہری ہر، ہری ہر ہری

شہر جموّں کا موسمِ سرما

کُہرے کی رِدا میں لپٹی ہے اَب جموّں کی تصویر مِیاں
یخ بستہ ہَوا کا رُوپ لِئے گھُس آیا ہے کشمِیر مِیاں

سامانِ اذیت ہیں جھونکے اِس شہر میں بادِ سَحری کے
بچّے ہَیں ٹھِٹھرے سَردی سے ہَیں پیر و جَواں دِلگیر مِیاں

ہر روز یَہاں دوپہر تلک اِک شَب کا سماں سا رَہتا ہَے
رُوٹھی ہے دھُوپ اَور سُورج کی کافُور ہوئی تنوِیر مِیاں

آغازِ دِسمبر میں کیسی پُر کیف ہَوا یاں ہوتی تھی
کپڑوں کے تلے اَب سَرد ہَوا دیتی ہے بدِن کو چِیر مِیاں

عُشّاق مُقفّل کر کے ہَم بیٹھے ہَیں گھروں کے دروازے
باہر تو بدَن میں چُبھتے ہَیں برفیلی ہَوا کے تِیر مِیاں

یہ کیسی برف باری

بچھی برف ہے یہاں چارسُو نہ دِکھائی دے کوئی گھر کہیں
نہ سَڑک نہ رَستہ دِکھائی دے نہ نظر میں آئے شَجر کہیں
نہ کُھلا شِوالے کا باب ہَے کہ زمین ساری خراب ہے
نہ نِشانِ خُشکی ہے دُور تک نہ کھُلے مکانوں کے در کہیں
اَبھی دورِ قہوہ چلا نہیں یَہاں کوئی چوُلہا جلا نہیں
ہَیں گھروں میں سارے مکین بَند سکوُت چھایا ہَے ہر کہیں
جَمی برف سُرو وسُمن پہ ہَے پڑی دُھند وادی پہ بن پہ ہے
کلی پھوُل سَردی سے جَل گئے نہ اُٹھا ہے پودوں کا سَر کہیں
ہوُئی برف باری کثیر جو ہَے یہ پیش گوئی بَہار کی
یہ خُدا کی دات ہے دوستو، نہ سمجھ لو وجہِ ضرر کہیں

پہلی برف کے بعد کا منظر

دِن تھا منگل جنوری گیارہ تھی سن تھا دو ہزار
برف کی صوُرت میں آئی رَحمتِ بادِ بَہار
رشکِ صد فِردوس ہوگی اَب زمینِ خشک لَب
رونما ہونگے گُلستانوں میں تازہ برگ و بار
لَب پہ دہقاں کے نمایاں شَبنمی مُسکان ہَے
بَج اُٹھے ہَیں دفعتاً اُس کے رُبابِ دِل کے تار
عالمِ اِنساں کا خادِم خَلق پرور ہر کِسان
دیکھتا ہَے برف کے گالوں کو چھوُ کر بار بار
کوکھ میں پربَت کی رِس رِس کر سما جائیگی برف
وقت آنے پر جنم لیں گے یَہاں سے آبشار
لالہ و نرگس کی نِکہت ہوگی بردوشِ صبا
چپّہ چپّہ اِس حسیں گُلشن کا ہوگا مُشکبار

اِکیسویں صَدی کی پہلی برف باری

جنوری بائیس کو تھا سوموار
صبح دَم موسم تھا قدرے خوشگوار
دفعتاً بدلا ہَواؤں کا مِزاج
اَبر آلوُدہ ہوُئے سَب کوہسار
رَفتہ رَفتہ اَبر کی چادر تَنی
چُھپ گیا سوُرج بھی ہوکر شَرمسار
اَبرِ رحمت نے لگا دی پھِر جھَڑی
یک بیک گیارہ بجے کے آرپار
سینچ دی بارِش نے پھِر پیاسی زمِین
برف کے آنے کا تھا اَب اِنتظار
آ گئی پھِر برف آہستہ خِرام
یعنی دَہقاں کی عروسِ نَو بَہار

اور ہی کچھ ہو گیا رنگِ زمیں

چار سُو تھا دستِ قُدرت سیم بار

بارگاہِ ایزدی میں ہو گئے

بیل بوُٹے ہر طرف سجدہ گزار

ایک مُدّت سے زمیں تھی تشنہ لَب

کھیت، فصلیں گُلستاں کے برگ وبار

پڑ گئی ہر چیز میں تازہ حیات

پا گیا بیمارِ غَم جیسے قرار

ہائے خشک سالی

خشک سالی سے ہوئیں ویرانیاں اب کے برس
لے رہا ہے ہم سے بدلے آسماں اب کے برس
رحمتِ باراں کو ترسے ہیں کِسانوں کے ہجوم،
زِندگی اَپنی گذاریں گے کہاں اَب کے برَس
اوس کا بھی گلِستاں میں صُبح دَم نام و نموُد
اَب نہیں مِلتا ہے ڈھونڈے سے یہاں اَب کے برَس
غَم زدہ دَہقان پوُچھے اَے مِرے مالِک بتا،
کیوں مِری محنت ہوئی ہے رائیگاں اب کے برَس
سبزہ زاروں کا یہ عالِم ہَے کہ سَب صحرا ہوُئے،
گائے بکری گھاس پائینگی کہاں اَب کے برَس
اَبْ نہیں سُننے کو مِلتی ہَے پرِندوں کی چہک،
بھوُکے پیاسے کر گئے ہجرت کہاں اَب کے برَس

تشنہ لَب چشمے سَراسر اور ندیاں تشنہ آب،

تِتلیوں کا بھی نہیں نام و نِشاں اَب کے برَس

کیا بتائیں آپ سے ہَم حالتِ رودِ چناب،

دیکھ لیں اُس میں بھی ہے پانی کہاں اَب کے برَس

یہ بیانِ غَم سُناتا ہَے کِسے عُشّاق تو

کون سُنتا ہَے تیری آہ و فُغاں اَب کے برَس

طلوعِ آفتاب کا منظر پہلی برف باری کے بعد

دیکھا دِنوں کے بعد جو رُخ آفتاب کا
مُژدہ تھا موسموں کیلیٔے اِنقلاب کا

اَپنے ہی گھر میں قید تھے ہفتوں سے مَردوزَن
ہَر اِک زباں پہ ذِکر تھا موسم خراب کا

تھے آفتاب، چاند ستارے تمام گُم
دھرتی پہ چاروں اور تھا جاڑہ عذاب کا

وادی تھی زیرِ برف تو چشمے گئے تھے جَم
تھا شِکوہَ سَنج ہر کوئی رُت کے عتاب کا

بوتَل نہ کانگڑی نہ تھا چوُلہا ہی کارگر
سَردی کا قہر تھا کہ تھا مَنظر عذاب کا

کروَٹ لی راتوں رات ہی موسم نے دفعتاً
جَلوہ سحر کو آیا نَظر آفتاب کا

بہ فیضِ گرمی محفل

منعقدہ پریس کلب جموں

(۳ جنوری ۲۰۰۶ء میں پڑھے گئے کچھ اشعار)

گھرے جب ابرِ رحمت تو سماں کچھ اور ہوتا ہے
نہاں خانے میں دہقاں کے گماں کچھ اور ہوتا ہے
یہاں تو سرد رت عشاق الگ انداز رکھتی ہے
مرے ہاں برف باری میں سماں کچھ اور ہوتا ہے

بہ قہرِ شدّتِ سرما تو جنتا نیم بسمل ہے
تری اس بزم کا طالبؔ مگر موسم نرالا ہے
کرشمہ ہے یہ تیری گرمیٔ محفل کا اے طالبؔ
بدن کو چیرتی سردی کا رخ بھی موڑ ڈالا ہے

شام طالبؔ صدر ادبی کنج جموں

منظوم نذرانہ بشرفِ نگاہ خلیق انجم صاحب
سیکریٹری انجمن ترقیٔ اُردو (ہند) جموّں میں
اِن کی تشریف آوری پر

آپ ہیں اپنے بھی اَور مہمان بھی
آپ پر کر دوُں نچھاور جان بھی
آپ کی آمد خوشی کا ہے سبب
آپ کا کچھ ہم پہ ہَے احسان بھی
آپ محتاجِ تعارُف تو نہیں
آپ کی ہے منفرد پہچان بھی
میرے دِل میں آپ کا ہَے احترام
آپ ہَیں عِلم و ادَب کی جان بھی
پیار کا تحفہ ہَے یہ کیجئے قبوُل
اِس میں شامِل ہَیں مِرے اَرمان بھی

سالِ نَو کا خیر مقدم

زمانہ وقت کے ہاتھوں سے کیا سوغات پاتا ہے
نیا سال اَب کے دیکھیں برکتیں کیا لے کے آتا ہے
صدا کیا آسماں سے آ رہی ہے غور سے سُنئے
مُغنّی وقت کا دیکھو نیا نغمہ سُناتا ہے
سکون و اَمن حاصِل تھا ہمیں جو عہدِ ماضی میں
وہ لوٹاتا ہے مولےٰ یا نئے فِتنے جگاتا ہے
نئی سائنس کی برکت' سے آدم چاند پر پہُنچا
زمانہ دیکھئے آگے کرِشمے کیا دِکھاتا ہے
وہی ہے اَپنی بدحالی جو پہلے تھی مگر پھر بھی
''خوشا اَے دِل زمانہ سالِ نَو' کے گیت گاتا ہے''

زمانہ بدنام سارقِ سُخن دوست کی نذر بصد احترام

اشعار کے سانچے میں ڈھل کر شہکار غزل ہو جاتی ہے

الفاظ کے دِل گر مجروح ہوں بیکار غزل ہو جاتی ہے

ہو اپنی ریاضت بھی شامل کُچھ فیض ہوا پنے رہبر کا

ورنہ غزل گو شاعر سے بیزار غزل ہو جاتی ہے

اَے سارق عقل کے ناخُن لے اربابِ سُخن کی محفل میں

سرقہ میں تری رُسوائی سے دو چار غزل ہو جاتی ہے

کم ظرف کبھی یہ سوچا ہے نبّاضِ سُخن کی محفل میں

تُو شعر پڑھے بیگانوں کے تو خوار غزل ہو جاتی ہے

دامانِ سُخن کو آلوٗدہ نہ کر رکھ اپنا بھی بے داغ چلن

اِس ہیرا پھیری سے تیری بیمار غزل ہو جاتی ہے

سارق ہی تماشہ بنتا ہے دربارِ سُخن میں اَے ناداں

جب ڈاکہ زنی وہ کرتا ہے تلوار غزل ہو جاتی ہے

نہ ہم سے ضبط ہوُا عُشّاقؔ کہہ ڈالی ہم نے کھری کھری

اشعار کے چوروں کی خاطر پُرخار غزل ہو جاتی ہے

شعر اَوروں کے چُرا کر شاعری کرتا ہے وہ

شاعرِ جادُو بیاں ہونے کا دم بھرتا ہے وہ

شاعری کے نام پر وہ ہے حقیقت میں کلنک

شاعروں کے شہر میں پھر کس لئے پھرتا ہے وہ

اپنی فِطرت سے ہے یہ مجبور سب کو عِلم ہے

اپنے بارے میں ہے طُرفہ خود فریبی کا شِکار

کیا مگر واجب ہے وہ اشعار غیروں کے پڑھے

چھوڑ دے ناداں تُو دعوائے تخلیقِ شعر

سرپرستی رُکنیت یا عہدہ داری کا خیال

کون سی محفل ہے جِس میں تو نہیں ہوتا ذلیل

تُجھ کو لے ڈوبیں کے یہ تیرے چلن یہ تیری چال

چھوڑ دے ناداں تُو اِس کھیل کو ہی چھوڑ دے

اُور اپنے پیشے کی جانب تُو خود کو موڑ دے

وہ دوستی میں دوستو میرا تو پیر تھا
مُجھ کو فریب دے گیا کتنا حقیر تھا
محفل میں جابجا اِسے ذِلّت مِلی تو کیوں
بے علم بے شعور تھا وہ بے ضمیر تھا
ہوتی نصیب عِزّت و توقیر کیا اُسے
سارق تھا خود فریبی میں کب سے اسیر تھا
کیا خوُب کوئی شاعرِ با ذوق کہہ گیا
''پہنچی وہیں پہ خاک جہاں کا خمیر تھا''

شعر میں پندو ہدائیت ہو تغزِل بھی تو ہو
ورنہ میرے دوست تیری نام کی ہے شاعری
دِل نشیں الفاظ میں اشعار کی بندش لئے
سوزِ دل ہو جلوہ گر تو کام کی ہے شاعری
کھولتی ذہنوں پہ ہے کیا کیا رموزِ کائینات
کِس قدر نازک طبع اور کام کی ہے شاعری

یہ تری عُریاں نگاری یہ ترا ذوقِ جمال
تیرے فکروفن میں لیکن ہے کہاں کوئی کمال
فِکر میں تیری محض ہے نسوانی بدن کی چھیڑ چھاڑ
شاعری تیری ہے تیری فحش گوئی کی مِثال

بس کتابِ دوستی میں صدق کی تحریر ہو
دِل کے آئینے میں جیسے یار کی تصویر ہو
ہو اگر بُنیاد میں اِس کی خلوصِ باہمی
دوستی کے قصر کی محکم نہ کیوں تعمیر ہو

نام نہاد اُردو دوست کے نام

کھا گیا اُردو کو اُردو دان جی،
جا نتا ہے سارا ہندوستان جی
محسنِ اُردو ہی اُردو کا حریف،
سر بسر شیطاں ہے یہ اِنسان جی
ہو گیا اُردو کے دم سے مالا مال،
پھر بھی اُردو کا کرے نُقصان جی
نسلِ نَو بے بہرۂ اُردو رہے،
ہے اِسی کوشش میں یہ ہر آن جی
ہم ہیں ناداں، پھر بھی رکھتے ہیں خبر،
نفع کیا اِس میں ہے کیا نقصان جی
تھی فقیری کل تلک اِس پر سوار،
بن گیا ہے آج وہ دھنوان جی
جان لے آزاد کی قُربانیاں،
اور ظہوُرالدین کے احسان جی
حال پر اپنے اِسے رہنے بھی دو
مت کرو اُردو کا اب نُقصان جی

''ہوتا ہے شب و روز تماشہ میرے آگے''

ہے تیرہ تار آتشِ رُخسارِ چمن حیف
ماتم کُنعاں ہے چار سُو بہارِ چمن حیف
رہبر کے رُخ پہ غازۂ آزار ِ صد نقاب
کیا باعثِ آزار ہے آزارِ چمن حیف
کس ہاتھ میں ہے، ضبطِ گلستاں پتہ نہیں
اِنسان ہے وہ یا کہ شیطاں، پتہ نہیں

قلب و جگر ذہن کے گوشے کباب ہیں
نوحہ کناں کیا بربط و تارِ رباب ہیں
سامانِ طرب زیست کے گویا کہ خواب میں
بے آب و گیاہ بستیاں مِثلِ شراب میں
ہوتا بھی کسی گھر میں اب چراغاں پتہ نہیں
روئے زمیں پہ کوئی ہے شاداں پتہ نہیں

آدیکھ میرے شہر میں مُفلس و خوار دیکھ
بھوکے، بلکتے مرد و زن یا شیر خوار دیکھ
ہے گلشنِ حیات کہ بس تار تار دیکھ
جاتے ہیں بے قصور کتنے سوئے دار دیکھ

کتنا ستم رسیدہ ہے اِنساں پتہ نہیں
کتنا طویل ہے غمِ دوراں پتہ نہیں

لگتا ہے کائینات کہ ساری عنیل ہے
آزارِ غم ما حاصلِ قصہ طویل ہے
کیوں خطۂ آباد میں ہر شے ذلیل ہے
جو روستم یہ غالباً خود کے طفیل ہے

کس دور کی یہ پید ہے انساں پتہ نہیں
انسان ہے اِنسان یا شیطاں پتہ نہیں

اب عظمتِ انسانیت شایانِ شاں نہیں
یہ قصۂ پار ینہ زیب داستاں نہیں
کارِ نمایاں اس کے اب قابل بیاں نہیں
اس کار گاہِ زیست میں اِس کا بیاں نہیں

اِنساں کو مارتا ہے کیوں انساں پتہ نہیں
رُکتا ہے کب عُشّاق یہ طوفاں پتہ نہیں

بشرفِ عقیدت

درویشِ کامل جناب مُحمّد اسحاق صاحب صیادؔ

بہ دورانِ صدارت جلسہ سالانہ انجمن اِسلامیہ فریدیہ ہائر سیکینڈری سکول کشتواڑ (۱۰ نومبر، ۱۹۹۸)

مُبارک صد مُبارک میرِ مجلس ناتواں اپنا
یہ مہرِ آسماں اپنا، یہ ماہِ ضو فِشاں اپنا

مئے توحید بانٹو اب فقیروں میں امیروں میں
سراسر ساقیِ توحید ہے پیرِ مُغاں اپنا

یہ شانِ بادشاہت ہے عجب کیا اِس فقیری میں
نہ اِس کا گھر کوئی اپنا نہ ہے کوئی مکاں اپنا

سخاوت اس کا ایماں ہے فرشتوں میں فرشتہ ہے
ہے عاشق اِس کی فطرت کا ہر اک پیر جواں اپنا

عجب آفاق گیری کی نظر اس بانظر میں ہے

بہت ہی خوب رکھتا ہے یہ خود عصرِ رَواں اپنا

ہے پیکر اِنکساری کا مجسّم خوبیِ کردار

بمثلِ مومنِ کامل کہ رکھتا ہے نِشاں اپنا

تُجھے مِلّت نے مانا ہے کہ تو معمارِ مِلّت ہے

یہاں مقصود دینا ہے تجھے اَب امتحاں اپنا

مرحوم موصوف، مدرسہ جے کے پبلک سکول کشتواڑ کے روحِ رواں اور صدر بھی تھے۔

غزلیات
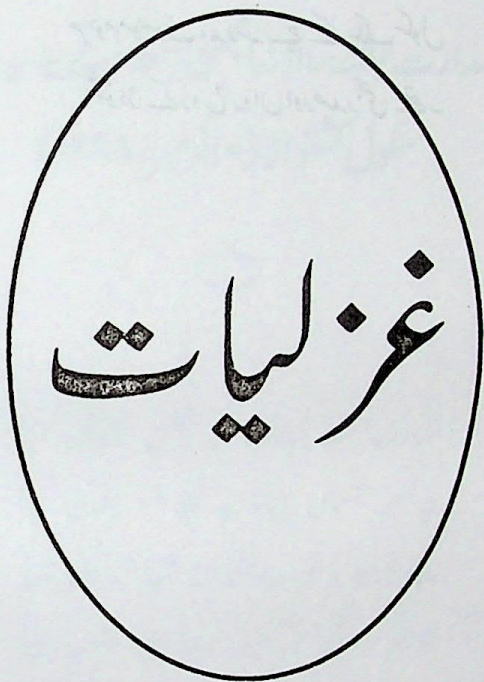
مِرے رُو بہ رُو تُو ہےَ جلوہ گر مُجھے دیکھنے کا کرم تو دے
تِرا عکس جِس میں سدا رہے مُجھے ایسا دیدۂ نم تو دے

جو کلام تُجھ سے ہو رُو بہ رُو تو بہم طویل ہو گُفتگُو
مَیں سدا رہوُں تِری خاکِ پا مُجھے یہ شَرَف اَے صنم تو دے

مِری زِندگی کی بیاض میں تِری عظمتوں کی ہو داستاں
تِرا ذِکر جِس کی ہو نوک پر مِرے ہاتھ میں وُہ قلم تو دے

مِرا شوق رختِ سفر مِرا تِری دید منزلِ زِندگی
جو لگائیں منزلِ شوق پر مُجھے تیز رَو وُہ قدم تو دے

ہےَ مِزاج میرا جو مُنفرد ہےَ کلام میرا جو دِل نشیں
تِری رہنمائی کی ہے عطا مِری فِکر کو یہ بھرم تو دے

یہ عُشّاق در پہ کھڑا ہے جو تِرے آستاں کا فقیر ہے
تُو ہےَ بادشاہِ سُخن اِسے تُو متاعِ لوح و قلم تو دے

چراغِ اخوّت جلانے چلا ہُوں
اندھیرے دوئی کے مِٹانے چلا ہُوں
عداوت کی دیوار کو درمیاں سے
مرے دوستو میں ہٹانے چلا ہُوں
معطّر کریں ایک عالم کو جوگُل
چمن درچمن وہ کھِلانے چلا ہُوں
مُجھے قتل کرنے جو آیا تھا قاتل
گلے آج اُسکو لگانے چلا ہُوں
نِشاؔطِ گرامی کا ارشاد بر حق
''میں دستِ دُعا اب اُٹھانے چلا ہُوں''
ہے عُشّاؔق مُجھ سا بھلا کوئی ناداں
کہ پیار اُسکا میں آزمانے چلا ہُوں

اُستادِ محترم جناب نشاؔط کشتواڑی کے دیئے ہوئے مصرع پر کہی گئی غزل

تُم سے مِلا نہ پیار کا اقرار ابھی تک
پایا ہے بس اِنکار ہی اِنکار ابھی تک
سجدہ گُزار ہم ہوئے سو بار ابھی تک
لیکن کُھلا نہ ہم پہ درِیار ابھی تک
دیکھا تھا ایک بار مگر دِل پہ نقش ہیں
وہ جلوہ ہائے گیسُو و رُخسار ابھی تک
قُربان جاؤں آپ کے پازیب کی آواز
فردوسِ گوش اِسکی ہے جھنکار ابھی تک
راتوں کو ہے آرام نہ دِن کو ہی سکوں ہے
فُرقت ہے تیری در پئے آزار ابھی تک
عُشاقؔ ساتھ چھوڑ گئی گو کہ جوانی
دِل رسمِ وفا میں ہے گرفتار ابھی تک

تفکّر عجب دیدہ ور دے گیا وہ
متاعِ شعورِ ہنر دے گیا وہ
سفید و سیہ کی پرکھ مُجھ کو بخشی
میں اندھا تھا مُجھ کو نظر دے گیا وہ
مِرے عشق کو میرے ذوقِ وفا کو
عجب پختگی راہبر دے گیا وہ
تھا لاعلم میں جِس کی رنگینیوں سے
تخیّل کا ایسا نگر دے گیا وہ
تجسّس میں عُشاق اُسکے رواں ہوں
عجب جستجو کا سفر دے گیا وہ

ارادوں میں ہے رہبر کی ابھی عزم جواں باقی
چھٹے ہیں چند راہی تو بھی ہے یہ کارواں باقی
سیہ بختی کا عالم گر نہیں تو اور پھر کیا ہے
مُروّت اورالفت کا نہیں نام و نِشاں باقی
نہ ہے پاسِ وفا مطلق نہ حُبِ آدمیت ہے
ہے اِنسانوں میں اُلفت کا کوئی جذبہ کہاں باقی
فِضائے عصرِ نو عشاق سم آلودہ ہے یکسر
نہیں تہذیبِ ماضی کا کوئی نام و نِشاں باقی

خُدائے برتر کمال کردے یہ معجزہ بے مِثال کردے
وہی اخوّت کا سِلسلہ ہو جو آدمیّت بحال کر دے

ملول چہروں کی بستیوں میں حیات لمحوں کو گن رہی ہے
کوئی تو سانسوں کی دے ضمانت جو زِندگی کو بحال کردے

حسین جھرنوں کے پانیوں میں نہ موجِ خوں کی مِلاوٹیں ہوں
نہ جبرود ہشت تری زمیں پر بشر کا جینا محال کردے

اُداس پیڑوں کی ڈالیوں پر سِسکتی شب یُوں دُعا بلب ہے
اِلٰہی پھُولوں کے زرد چہروں کی سُرخیاں تو بحال کردے

ہلالِ شب کی اُداس آنکھیں ہیں نظمِ عالم پہ سخت حیراں
اُسے بھی حسرت ہے ختم مولےٰ یہ دورِ رنج وملال کردے

میں عہدِ فردا کی ہُوں امانت نہ کیسے عُشاق پھر یہ مانگوں
زوال سے اب نِکال ہم کو خُدایا یہ بھی کمال کردے

دانش سے کھولتا ہوُں میں رازِ دروں کے پیچ
حکمت سے کھولتا ہُوں کٹھن مسلوں کے پیچ

اِس عہدِ باکمال میں رہنے کے باوجود
ہم سے سُلجھ نہ پائے ہَیں عقل و جنوں کے پیچ

دانائے راز لاکھ تھے دُنیائے حُسن کے
ہم بھی سنوار پائے نہیں گیسوؤں کے پیچ

مانا کہ زِندگانی ہے سربستہ اِک طِلسم
اے کاش کھول سکتا کوئی اِس فسوں کے پیچ

عُشّاق سازِ فن پہ ہوُں میں کب سے نغمہ زن
آئے نہیں سمجھ میں ابھی تک سُروں کے پیچ

فلک پر مہرِ تاباں دیکھئے پھر جلوہ آرا ہے

ہُوا رو پوش نظروں سے فلک کا ہر ستارا ہے

جبینِ شب پہ آثارِ سحر کی ہے ضیا پاشی

فلک نے اپنا کالا ماتمی چولا اُتارا ہے

بہارِ جاوداں رہتی ہے جو گلزارِ رِضواں میں

زمیں پر دستِ قدرت نے وہی منظر اُتارا ہے

صدائے شنکھ گونجی اور مؤذن کی اذاں گونجی

خُدائی نے سحر دَم اپنے مالک کو پُکارا ہے

زمیں کے گوشے گوشے سے عیاں ہے نور کا منظر

اِدھر دیکھو نظارہ ہے اُدھر دیکھو نظارہ ہے

ہُوئی آراستہ دُلہن کی صورت پھر زمیں اپنی

فرشتے محوِ حیرت ہیں اِسے کِس نے سنوارا ہے

زہے مُقدّر کہ دے گا کوئی یہ آ کے مُجھ کو پیام چُپکے
میاں مُبارک ہو اُس کے گھر سے ہے آیا تجھ کو سلام چُپکے

میں تیری دُنیا کے راستوں سے نہ ہُوں شناسا نہ آشنا ہُوں
فرشتہ کوئی ہو مہرباں تو بتائے تیرا مقام چُپکے

میں بُلبُل بے نوا ہُوں یارو اُٹھانا چُپکے سے میری میّت
اُٹھے نہ گُلشن میں شورِ ماتم یہ سِلسلہ ہو تمام چُپکے

عجیب تیرا یہ ضابطہ ہے شباب دیکھے نہ دیکھے بچپن
نہ سال وسِن کا ہے پاس کوئی اُٹھاتا ہے تُو قیام چُپکے

نہ مُجھ کو محشر کا خوف ہے کُچھ نہ یہ گُماں ہے کہ بے گُنہ ہُوں
حیات میری تھی عیش زا پر تھا لب پہ تیرا ہی نام چُپکے

آج دھرتی پہ بشر بار نظر آتے ہیں
مردہ جسموں کے انبار نظر آتے ہیں

رات ہی رات میں بدلی ہے سیاست کی بساط
جو تھے اُس پار وہ اِس پار نظر آتے ہیں

آؤ پھر سے کوئی تاریخ مُرتّب کرلیں
انقلابات کے آثار نظر آتے ہیں

مُبتلا ذہن کے امراض میں ہر سُو ہیں بشر
زِندگی کرنے سے بیزار نظر آتے ہیں

کتنے مُجرم ہیں سیاست کے جو بل پر یکسر
نشۂ کبر میں سرشار نظر آتے ہیں

رونقِ بزم میں ہم اور اضافہ کرلیں
کُچھ نئے اہلِ قلم یار نظر آتے ہیں

مِرے پیار میرے خلوص کا ذرا سا بھی اُس پہ اثر نہیں

وہ مکیں ہے ایسے دیار کا جہاں دوستی کا گذر نہیں

وہ نہ اپنے دِل سے امیر ہے نہ ہی زندہ اُس کا ضمیر ہے

وہ انا کا اپنی اسیر ہے ادب آشنا وہ بشر نہیں

کوئی شاد ہو یا ملول ہو اُسے فکر اِس کی ذرا نہیں

کوئی اُس کی بات سے ہو خفا اُسے غم نہیں اُسے ڈر نہیں

کوئی شخص اُسکو جو بھا گیا یا نظر میں اُسکی سما گیا

اُسے بھی ستا کے وہ لے مزا اُسے کوئی شوقِ دِگر نہیں

کوئی رسم وراہ نہ رابطے نہ کوئی نباہ کے ضابطے

اُسے دِل دُکھانے سے کام ہے اُسے دوستی کی خبر نہیں

لِکھ دیا اِک خط جو اُن کے نام یہ غلطی ہُوئی

کُوچے کُوچے میں ہے چرچا عام یہ غلطی ہُوئی

کردیا مُجھ کو رقیبوں نے گلی میں سنگسار

میں وہاں بیٹھا تھا زیرِ بام یہ غلطی ہُوئی

میکدے کی بھیڑ میں کل حضرتِ زاہد سے یار

جام سے ٹکرایا میں نے جام یہ غلطی ہُوئی

تھے پسِ پردہ کُچھ اُن کے غیر سے قول وقرار

مُفت میں ہم ہو گئے بدنام یہ غلطی ہُوئی

کر دیا عُشّاق رُسوا ہم نے محفل میں اُنہیں

ہم نشینو ہم سے ہی کل شام یہ غلطی ہُوئی

اُن سے پوشیدہ میرا حال نہیں
میں ہُوں تنہا اُنہیں خیال نہیں

رسمِ اُلفت نِبھا تو دی ہم نے
لُٹ گئے ہم مگر ملال نہیں

کیا سرِ عام کہہ گئے مُجھکو
تُو ہے مجنوں ترِی مِثال نہیں

اُف یہ افسردہ موہنی صورت
رُخ پہ کیوں آج وہ جلال نہیں

روز مِلنا وہ خواب میں عُشّاق
پُوچھنا پھر بھی میرا حال نہیں

عُمر بڑھتی گئی جسم کِھلنے لگا اور چہرے پہ رنگِ جمال آ گیا
دِل ہی دِل میں تمنّا مچلنے لگی سولویں سال میں یہ کمال آ گیا
آرزو سینۂِ مضطرب میں پلی دِل میں جذبے انوکھے مچلنے لگے
دِل کا اصرار تھا کُچھ کریں دِل لگی اپنے ہونے کا ہم کو خیال آ گیا
ہم بھی خوابوں کی دُنیا بسانے لگے دِل میں ارمان کُچھ سر اُٹھانے لگے
اِن دِنوں اِک حسیں سے ہُوا سامنا اور ہُونٹوں پہ حرفِ سوال آ گیا
دِل کے ساگر میں چاہت کا طُوفان تھا راتیں اختر شُماری میں کٹنے لگیں
دِن میں چُھپ چُھپ کے ہم دونوں مِلنے لگے شام کو لطفِ ہجر و وصال آ گیا
ذہن و دِل میں فقط عشقِ ہی عشق تھا ایک دیوانہ پن اِک لگن رات دِن
ساتھ عُشّاق اُس کا مِلا ایک دِن زندگی میں مری اعتدال آ گیا

خُدا یا میں تو رفاقتوں کی عجب سی دُنیا میں کھو گیا ہُوں
مِلا جو رستے میں چلتے چلتے اُسی کا آخر میں ہو گیا ہُوں

ہزار رنگوں میں تیرے جلوے ترا جلال و جمال دیکھا
کہیں تو صحرا کی دھُوپ جھیلی کہیں میں سبزے پہ سو گیا ہُوں

کہیں تو موجِ فرات میں ہے کہیں تو گنگ و جمن کی رَو میں
اِنہیں کے پاکیزہ پانیوں میں زباں کو اپنی میں دھو گیا ہُوں

کہیں تھا محوِ طوافِ کعبہ کہیں میں کاشی کے تٹ پہ گُم تھا
ازل سے قُربت میں ہُوں میں تیری ملی جُدائی تو رو گیا ہُوں

دیارِ ہستی میں آ کے میں نے تیری عقیدت کے گیت گائے
زمیں پہ تیری مُحبّتوں کی حسین فصلیں مَیں بو گیا ہُوں

تُو عشق، لا جواب ہے تیرا جواب کیا
تُجھ سا جہاں میں ہوگا کوئی کامیاب کیا
کیف و خُمار ہے ترا دُنیا میں لازوال
تیری نظر کو مَیں کہوں صہبائے ناب کیا
جلوے ترے زمیں پہ ہیں با صد ہزار رنگ
تابش تری ہے رشکِ مہ و آفتاب کیا
تُو سازِ سرمدی پہ ہے اِک نغمۂ ازل
تیری ثنا میں غرق ہیں چنگ و رباب کیا
عُشّاق بھی گدا ترے در کا ہے یا خُدا
اِس کے سوال کا بھی ملے گا جواب کیا؟

راہ گُم کردہ ہُوں میری منزل کہاں میرا منزل کی جانب سفر ہی نہیں
میرا دیوانہ پن مُجھکو لایا کہاں مُجھکو ہونے کی اپنی خبر ہی نہیں

بجلیاں میرے آنگن مین گرتی رہیں آشیانے مِری آرزو کے جلے
خِرمنِ صبر جل کر مِلا خاک میں اِس پہ ڈالی کِسی نے نظر ہی نہیں

اُن کے دیدار سے آنکھ محروم ہے اُن کو چلمن سے دیکھا تو دیکھا کبھی
اُن کے کُوچے میں پھر بھی گیا بارہا میرے کُوچے سے اُن کا گُذر ہی نہیں

راستے میں مِلے گر تو مِلنا بھی کیا لُطف مِل بیٹھنے کا نہ حاصل ہُوا
دُور ہی دُور سے بس اِشارے ہُوئے بات اِن سے ہُوئی لمحہ بھر ہی نہیں

آپ مغرور ہیں گو حسیں ہیں بہت پھر بھی دُنیا میں لاکھوں حسیں تر بھی ہیں
نشۂ کبر میں آپ بدمست ہیں ہم غریبوں پہ کرتے نظر ہی نہیں

رُسوا نہ کیوں زمانے میں مالی کا نام ہو
گُلشن میں پھُول کلیوں کا جو قتلِ عام ہو

ہو بادشاہِ وقت اگر ظالم فریب کار
جلد اُس کے اقتدار کا قِصّہ تمام ہو

جمہوریت کے دور میں بدلیں حکومتیں
لیکن نہ بُغض ہو نہ کوئی اِنتقام ہو

اِتنا رہے خیال مگر ووٹ دیں اُسے
جو شخص حق پرست ہو جو نیک نام ہو

ہمدرد ہو غریبوں کا اور ہو وفا شعار
ہو پیکرِ خلوص وہ مقبولِ عام ہو

اپنا مفاد جان کر ایسا کریں جو لوگ
آدرش پھر ہمارے وطن کا نظام ہو

سامنے گُلفام ہو تو جام چھلکاتے رہو
میکدے کی شام ہو تو جام چھلکاتے رہو
ہم اسیرِ زُلف ہیں لوگوں میں چرچا ہے بہت
گیسوؤں کا دام ہو تو جام چھلکاتے رہو
شہر بھر میں بے تحاشا مے گُساری آپ کی
ہو چُکی بدنام ہو تو جام چھلکاتے رہو
مہرباں ہو ساقیِ گُلفام اور مے خانہ میں
جب صلائے عام ہو تو جام چھلکاتے رہو
دامنِ زاہد کو کرنے کے لئے گرداغدار
آپ پرالزام ہو تو جام چھلکاتے رہو

میری گلی سے آج پھِر اُن کا گُزر ہُوا

پھِر اُن کا پائے ناز ہوا میرا سر ہُوا

گُلشن میں جتنے پھُول تھے سجدے میں جھُک گئے

بادِ صبا کی شکل میں اُن کا گُزر ہُوا

شبنم نے گوشے گوشے پہ موتی لُٹا دِئے

دامانِ سبزہ اشکِ مسرّت سے تر ہُوا

سُونی گلی میں نُور کی برسات ہو گئی

جیسے کہ بطنِ شب سے طلُوعِ سحر ہُوا

عُشّاقؔ اُن کا مِلنا بھی اِک اِتفاق تھا

اُن کی نظر کا رُوح پہ گہرا اثر ہُوا

سزائے تنگدستی پا رہا ہُوں
فریبِ دوستی میں کھا رہا ہُوں۔
تُمھارے شہر کی اِس بھیڑ میں اب
میں خود کو کِتنا تنہا پا رہا ہُوں
نِشاط وکیف آگیں محفلوں میں
فسردہ خود کو اکثر پا رہا ہُوں
تُجھے لے جا کے اکثر میکدے میں
دِلِ خوں گُشتہ میں بہلا رہا ہُوں
کوئی سنگیں خطا مُجھ سے ہُوئی ہے
مَیں اپنے آپ سے شرما رہا ہُوں
سرابِ دشت ہے یہ زِندگانی
تُجھے عُشّاق میں سمجھا رہا ہُوں

خفا ہُوں اپنے ہی آپ سے میں خُدا سے مُجھ کو گلا نہیں ہے

میں خود ہُوں ناکامیوں کا باعث مُجھے اگر کُچھ مِلا نہیں ہے

میں ہُوں شِکارِ نظر فریبی چمکتی ہر شے کو سمجھا سونا

مگر حقیقت ہے اور ہی کُچھ چمکتی ہر شے طلا نہیں ہے

عجب ہے تیرا نظامِ ہستی عجب خُدا یا ہے تیری مایا

فلک پہ تارے تھے شب کو رقصاں سحر کو اِک بھی نہیں مِلا ہے

یہ چار دِن کی حیات ہم کو جو اُس نے بخشی ہے بیش قیمت

ہے فیض تیری عِنایتوں کا خُدائے برتر صِلہ نہیں ہے

کوئی ہے شغلِ شراب میں گُم کوئی ہے درسِ کِتاب میں گُم
کوئی تلاشِ سکوں میں گرداں کوئی ہے فِکرِ حِساب میں گُم
خزاں کی زد میں ہے موسمِ گُل نوائے بُلبُل خموش یکسر
فسردہ وسرنگوں ہیں بوٹے فِضائے گُلشن عذاب میں گُم
ہے سِلسلہ زِندگی کا ابتر چہار جانب ہے بے یقینی
ہے آدمی آدمی سے خائف خرد سوال و جواب میں گُم
نہ سینہ کاوی نہ ہاؤ ہُووہ نہ کوئی ہنگامہ بزم دِل میں
نہ بحرِ دِل میں وہ موجِ فرحت جمالِ خوباں حجاب میں گُم
حیات ہے آدمی کی فانی ہے موت عُشّاق اسکی منزل
وجود اِس کا جو ہے تو اِتنا ہوا ہے جیسے حباب میں گُم

کیا بتاؤں آپ سے اِک دردِ سر ہے زِندگی
رِزق کی خاطر بھٹکتی دربدر ہے زِندگی

ہر قدم پر موت کا سایہ ہے اِس کا ہمسفر
مختصر ہے زِندگی نامعتبر ہے زِندگی

ہے بُلند اِنسان کا سب جانداروں میں مقام
مرتبے سے اپنے لیکن بے خبر ہے زِندگی

ہم کو یہ معلوم ہے مہلت نہایت ہے قلیل
کیوں نہ کچھ کرکے دِکھائیں مختصر ہے زندگی

غیر مُمکن کو بھی مُمکن کر دیا اِنسان نے
کر سکیں محنت تو کِتنی کارگر ہے زِندگی

مَندر میں اِنقلاب ہے مسجد میں اِنقلاب
سازش ہُوئی ہے فِرقہ پرستوں کی کامیاب
مُلّا کا رب ہے اور برہمن کا اور ہے
ناقوس میں ہے کرب اذاں میں بھی اِضطراب
آماجگہ ہیں بستیاں غارت گری کی آج
آمیزشِ لہو سے ہے ندیوں کا سُرخ آب
کیا قہر ہے کہ آج قبا چاک ہے جہاں
لگتا ہر ایک چہرہ ہے جھلسا ہُوا گُلاب
کب تک رہے گا فِتنہ گری کا یہ سِلسِلہ
اِس سے نجات کا کبھی دیکھیں گے ہم بھی خواب؟
اِس دورِ قتل وخوں نے دِکھایا ہے کیا ہمیں
اِنسان ڈھا رہا ہے اب اِنسان پرعذاب
عُشاقؔ اب تو امن کی کوئی سبیل ہو
اب بہہ چُکا ہے خون خُدائی کا بے حساب

واقعی تم کمال کرتے ہو
پتھّروں سے سوال کرتے ہو
پیتے آئے ہیں جو لہو اکثر
اُن کو اپنا خیال کرتے ہو
ڈنک دینا ہے سانپ کی فِطرت
پھر بھی تُم دیکھ بھال کرتے ہو؟
جِس نے رِشتوں پہ ڈال دی مِٹّی
اُس سے رِشتہ بحال کرتے ہو
میں ہوُں نادان اَور دانا تُم
کاہے پیدا وبال کرتے ہو

قوم جو غرقِ جام ہو جائے

ایک دِن وہ غُلام ہو جائے

دورِ دہشت جو عام ہو جائے

سب کا جینا حرام ہو جائے

جو ہے مَندر میں ہے وہ مسجد میں

تفرقہ یہ تمام ہو جائے

جو یہ اپنے مقام کو سمجھے

تب یہ اِنساں ہی رام ہو جائے

یا رب تناوٌ دِل میں مِرے لمحہ بھر نہ ہو
آئے اگر عدُو بھی مُقابل تو ڈر نہ ہو

لانا شمیمِ پیر ہنِ دوست اے صبا
لیکن رہے خیال کہ اُس کو خبر نہ ہو

کُچھ درس دے کے جاتی ہے گردش نصیب کی
بے صبر مشکلات سے ہر گز بشر نہ ہو

ہم نے کِسی کے واسطے یا رب بصدقِ دِل
مانگی دُعائے خیر ہے وہ بے اثر نہ ہو

ہٹ کر ذرا بنایئے کُچھ اپنا راستہ
وہ راستہ کہ جِس پہ کِسی کا سفر نہ ہو

اُن سے گِلہ نہ کیجیئے عُشّاق دیکھئے
پارہ مزاجِ یار کا زیروزبر نہ ہو

فردوسِ گوش نغمے ہیں اُس نَے نواز کے
قربان کیوں نہ جاؤں میں اِس سوز و ساز کے

یہ ہے خلافِ رسمِ وفا کیوں گِلہ کریں
ہم ہیں اگرچہ کُشتہ تری چشمِ ناز کے

دیوانگیِ دِل کے تجُسس کو ہے طلب
دِن ہُوں نصیب حُسن سے راز و نیاز کے

ماضی کا لمحہ لمحہ عبادت میں کٹ گیا
میری جبیں پہ نقش ہیں سجدے نماز کے

اُس ہاتھ نے تراشے ہیں کیا کیا حسیں صنم
قُرباں میں اُسکی صنعتِ نظّارہ ساز کے

وہ گُلفام جلوہ نمارو برو ہے
جمالِ خُدا دیکھئے دُو بدُو ہے
حریمِ فلک سے ہوئی بارِشِ گُل
مِرا دِل بھی اِک عالمِ رنگ و بُو ہے
مہک یاسمن کی ہے تیرے بدن میں
ہر اِک موئے تن ہر نفس مُشکبُو ہے
نُمایاں ترا عکس ہر آئینے میں
''جدھر دیکھتا ہُوں اُدھر تُو ہی تُو ہے''

کیا جادو جگاتا سا چہرا ہے بھری بس میں
جیسے کِسی نوشہ کا سہرا ہے بھری بس میں
سینے سے دوپٹّے کا ازخود ہی سرک جانا
جیسے کِسی نغمے کا لہرا ہے بھری بس میں
عارض پہ شفق کی سب لالی ہے اُتر آئی
کیا رنگِ رُخِ تاباں گہرا ہے بھری بس میں

یہ داستاں ہے طویل تر بھی ہے، مُختصر سے یہ مختصر بھی
مِرے رفیقو! مِرے بزرگو سُنو کہ میرا خیال کیا ہے

میں تھا اپاہج سُخنوری میں، رواں تھا بیساکھی تھام کر میں
مِرا سہارا بھی مُجھ سے چھینا خُدا یا مُجھ سے ملال کیا ہے

تلاشِ منزل کے ولولے تھے خیال میرے تھے باغیانہ
خُمارِ خوابِ گراں جو ٹُوٹا تو سمجھا اِسکا مآل کیا ہے

فریب کِتنے میں کھا چُکا ہُوں قدم قدم پر رہِ وفا میں
کہوں میں کِس سے جو کہنا چاہوں کہ دِل میں میرے سوال کیا ہے

دیارِ شعروسُخن میں ہر سُونجانے کیوں بدگمانیاں ہیں
دِلوں میں یہ کشمکش ہے کیسی زباں پہ یہ قیل و قال کیا ہے

نشاؔط نے جو عطا کیا تھا وہ سیپ عُشاؔق بے بہا تھا
ہے پاس تیرے جو اُسکا گوہر تو دِل میں تیرے ملال کیا ہے

اُستادِ محترم مرحوم حضرت نشاط کشتواڑی

کِس کی مجال روح کو تن سے جُدا کرے
یہ کارِ خیر وہ ہے جو خود ہی خُدا کرے

جانِ عزیز تیری ہی بخشش بشر کو ہے
کیوں کر نہ اپنی جان وہ تُجھ پر فِدا کرے

ہے بالیقیں خُدا کی نظر میں وہ مردِ حق
حمدِ خُدا سے قرض جو اُسکا ادا کرے

ہو وقتِ نزّع آنکھ میں صورت حبیب کی
اَے کاش مجھ پہ ایسی نوازش خُدا کرے

اب تو چراغِ زیست کی نزدیک ہے سحر
عُشّاقؔ وقت کب تلک اِس سے وفا کرے

نِکھرا ابھی تلک نہیں اسلوبِ فن مِرا
بے شک ابھی ہے خام شعورِ سُخن مِرا
اُٹھتا ہے میرے ذہن میں خِدشہ یہ بار بار
شاید میں بے لِباس ہُوں عُریاں ہے تن مِرا
بوتا ہوں تخمِ شعر میں بنجر زمین پر
فرسودہ میری سوچ ہے بوسیدہ فن مِرا
سربستہ ایک راز ہے یہ فن ِشاعری
ناآشنائے راز ہے اب تک یہ من مِرا
رنگ نِشاؔطِ قِبلہ و کعبہ مِلے مُجھے
نِگہہ شباؔب ہو تو نکھر جائے فن مِرا

مرحوم قبلہ نشاؔط کشتواڑی
اُستادِ محترم ڈاکٹر شباؔب للت

بھرم تھا دوستوں کی ہے نِگاہِ مہرباں اچھی
کیا برباد ہم کو اُن کی نیّت تھی کہاں اچھی
جنونِ عِشق میں ہم نے بہت کچھ کھو کے جانا ہے
سزا ہم کو محبت کی مِلی اَے مہرباں اچھی
اچانک لُٹ گیا راہِ سفر میں کارواں اپنا
سرِ منزل پہنچتے اپنی قسمت تھی کہاں اچھی
مصیبت کی سیہ راتوں میں ڈھارس کون دیتا ہے
ہوں دن اچھّے تو ہوتی ہے نِگاہِ دوستاں اچھی
فقیرِ شعر ہوں کیونکر کوئی دادِ سُخن دیگا
نہ ہے طرزِ بیاں دِلکش نہ ہے اپنی زباں اچھی

کارِ مُشکل ہے منانا اُن کو

روٹھنے کا ہے بہانا اُن کو

ہم سے مِلتے ہیں عدو کی صورت

خُوب آتا ہے ستانا اُن کو

روبرو بات جو ہوتی اُن سے

حال دِل کا تھا سُنانا اُن کو

ہے گُذارش مری اَے بادِ سحر

خوابِ شیریں سے جگانا اُن کو

میں ہُوں آزارِ محبّت میں اسیر

کیوں ستاتا ہے زمانا مُجھ کو

سرِ بزمِ سُخن ہم جو بھی کُچھ پہچان رکھتے ہیں
شبابِ نکتہ داں کے فیض سے یہ شان رکھتے ہیں
نہ بندش میں کوئی لغزش نہ تقلیدِ سُخن ہر گز
ہم اپنے شعر میں عیب و ہُنر کا دھیان رکھتے ہیں
زمینِ ذہن میں بوتے ہیں بیجِ افکارِ عالی کا
حفاظت فصلِ شعر و فن کی ہم ہر آن رکھتے ہیں
مِلا فہمِ سُخن کا یہ خزینہ فیضِ صحبت سے
ہم اپنے سر پہ اُستادوں کا یہ احسان رکھتے ہیں
بھلے ہی ناموافق وقت کے حالات ہُوں یا رو
سدا عُشّاق چہرے پر لِئے مُسکان رکھتے ہیں

کون ہے، کِس نے بھرا ہے مَے کو پیمانے میں دوست
ہے کرم کِس کا یہ مُجھ پر آج میخانے میں دوست

کھِل اُٹھے ہیں پھر سے ارمانوں کے تازہ تازہ پھُول
آبسا ہے کون پھر سے دِل کے ویرانے میں دوست

آؤ پھر سے ہمسفر بن جائیں راہِ زیست میں
کیا مزہ آئیگا مِل کر منزلیں پانے میں دوست

جانتا ہُوں ایک مُدت سے میں آندھی کا مزاج
لے اُڑی تھی ایک دِن مُجھ کو یہ انجانے میں دوست

ہے لبِ عُشّاق پر یہ کِس کا چرچا رات دِن
مرکزی کردار ہے جو دِل کے افسانے میں دوست

دستِ ہوس کو اور بڑھاؤ کہ رات ہے

جی بھر کے اُن سے آنکھ لڑاؤ کہ رات ہے

رکھو نشاطِ شب کے تقاضوں پہ بھی نگاہ

کُچھ ولولوں کو جوش میں لاؤ کہ رات ہے

یہ بزمِ اِنبساط ہے بزمِ عزا نہیں

جی بھر کے جامِ بادہ لُنڈھاؤ کہ رات ہے

لو، ہو گئے وہ آپ ہی محفل میں جلوہ گر

گھی کے چراغ لاؤ جلاؤ کہ رات ہے

عُشّاق آج اپنے مقدّر پہ ناز کر

تُجھ سے کہا حضور نے آؤ کہ رات ہے

گرمی رہی حیات میں جب تک شباب کی
جیتے تھے ہم بھی زِندگی جیسے نواب کی
تھی ذہن ودِل میں اپنے بھی آوارگی کی سوچ
ناصح ہمیں بھی لگتا تھا ہڈی کباب کی
ہر شب شبِ نشاط تھی یاروں کے غول میں
ہم نے بھی راہِ عیش وطرب اِنتخاب کی
اِک دُھن سوار تھی کہ ہو قائم وقارِ عِشق
فکرِ عذاب تھی نہ تمنا ثواب کی
عُشاقؔ اب تو رختِ سفر باندھ لیجیۓ
ہے منتظر کھڑی ہُوئی گاڑی جناب کی

ہم ملاقاتوں کا اُن سے کھولتے دفتر کبھی

گر کہیں اِک بار آتے وہ ہمارے گھر کبھی

ہم سے پُوچھو شامِ فُرقت کی جنوں سامانیاں

بھُول جاتے ہیں جنوں میں بوریا بستر کبھی

اتفاقاً جُون کی تپتی ہُوئی دوپہر میں

بن کے وہ موجِ صبا آئے تھے میرے گھر کبھی

ہو مقابل حُسن تو خود اُٹھ ہی جاتی ہے نظر

ہم بھلے مانس بھی کہلاتے ہیں یُوں لوفر کبھی

جب ملاقاتِ اُن سے ہو پاتی نہیں ہفتوں تلک

تب چھلک جاتا ہے میرے صبر کا ساغر کبھی

مہ و خورشید کی صورت بشکلِ کہکشاں کوئی
پسِ پردہ ہے چھُپ چھُپ کر یقیناً ضو فِشاں کوئی
بظاہر دہر ہے قائم کِسی کی حکمرانی سے
حقیقت میں چلاتا ہے نظامِ دو جہاں کوئی
عنانِ بحر و بر کِس کے قوی دستِ ہُنر میں ہے
برائے پرورش عالم کا ہے روزی رساں کوئی
کوئی تو کار فرما ہے نظامِ دہر کے پیچھے
زمیں سے تا فلک عُشّاق ہے جانِ جہاں کوئی

بشر بشر کا عدوّے جاں ہے وطن پہ دورِ زوال دیکھو
ہے گوشہ گوشہ یہاں کا مقتل زمیں لہو سے ہے لال دیکھو

میں اپنے تن کے ہی پیرہن میں جواں اُمنگوں سے کھیلتا ہوں
یہی جنوں ہے مِرا مُقدّر یہی ہے جاں کا وبال دیکھو

یہ ڈر ہے جاناں کے آتے آتے کہیں میں وحشت کی حد نہ چھُولُوں
بتاؤ اُس دُشمنِ وفا کو کہ آکے میرا یہ حال دیکھو

ہر ایک راحت سے ہُوں گریزاں عذابِ فُرقت سے ہُوں پریشاں
صنم تِری راہ تکتے تکتے ہُوا ہے جینا محال دیکھو

ہر اِک کے سر پر سوار ''میں'' ہے چلا یہ عالم ہے کِس ڈگر پر
ہر اِک کی ہے اپنی اپنی ڈفلی ہر اِک کی اپنی ہے تال دیکھو

ہیں ظُلمتوں کے دبیز سائے ہے بستی بستی میں ہُو کا عالم
کہاں ہیں اخلاق کے اُجالے مروّتوں کا زوال دیکھو

کبھی ناز اُسکے اُٹھا لِئے کبھی ہم رہینِ سِتم رہے

کبھی در پہ اُسکے کھڑے رہے کبھی سجدہ ریزی میں خم رہے

سرِراہ ہم کو یہ روکنا کبھی پیار سے ہمیں ٹوکنا

یُوں قریب میرے نہ آوٗ تُم ذرا فاصلے سے کرم رہے

ہمیں شب کو پہروں جگاوٗ مت دِل مضطرب کو ستاوٗ مت

ہمیں اسقدر بھی رُلاوٗ مت کہ ہمیشہ آنکھ یہ نم رہے

لِکھا اُس نے دِل کی کِتاب پر ترا حق ہے میرے شباب پر

یہ وفا کا رشتہ بنا رہے یہ خلوص و عشق بہم رہے

کوئی جاکے عُشاّق سے کہے کرے یوُں نہ عشق کو مُشتہر

وہ حسیں جو اُس پہ ہے مہرباں بنا اُسکا بھی تو بھرم رہے

تِری سازش سے پردہ اُٹھ گیا اَے باغباں اَب تو

اجازت دے مُجھے کھولوں ذرا میں بھی زباں اب تو

کرم کے نام پر تُم نے ستم کیا کیا نہ کر ڈالے

سہا جاتا نہیں مُجھ سے مِرا دردِ نہاں اب تو

دلِ مضطر کو ہم نے بھی بقدرِ شوق پالا ہے

ہے لازم حُسن سے کُچھ ہم کریں گُستاخیاں اب تو

میں رازِ دِل کو افشا کر رہا ہُوں آج مجبوراً

تقاضا وقت کا ہے ختم ہو ضبطِ فغاں اب تو

ہمیں عُشّاق رُسوائی سے دُنیا کیوں ڈراتی ہے

ہماری داستانِ عِشق جانے ہے جہاں اب تو

○

بارکیوں لگتے ہیں سرپر کارہائے زندگی
ہے ازل سے ہی عمل پر جب بنائے زِندگی

ناؤ تھی میری شکستہ ناموافق تھی ہوا
پھر بھی میں نے پار کرلی آبنائے زِندگی

کاش اُس پر گامزن ہُوں میری پیڑھی کے جواں
میں نے چھوڑے ہیں جو پیچھے نقش ہائے زِندگی

اِس زمیں پر چلتے چلتے ہو گئے ہیں ماہ و سال
کیا پتہ کِس موڑ پر اب ڈگمگائے زِندگی

موت ہی عُشّاقؔ جب مقسوم ہے اِنسان کا
کِس لِئے کوئی کرے پھر ہائے ہائے زِندگی

مِرے ماضی کی یادوں کا نہ اب دِل سے دُھواں نِکلے

نہ آئیں لب پہ فریادیں نہ پھر آہ و فُغاں نِکلے

عجب دُنیا ہے دُنیا میں فقیروں خرقہ پوشوں کی

کہ پابوسی کو جِن کی تاجدارانِ جہاں نِکلے

تری شہرت تری حمد و ثنا ہی اپنا ایماں ہے

ترا ہی ذکر لیکر ہم یہاں نِکلے وہاں نِکلے

کِسی بھی اِمتحاں سے ہم نہ گھبرائے کبھی اب تک

ہمیشہ سُرخرُو نِکلے ہمیشہ کامراں نِکلے

بہت ہمدرد اپنا جنکو سمجھا مدّتوں ہم نے

وہ شاطر، سازشی، عیّار اور نامہرباں نِکلے

شبابؔ نُکتہ داں کے اور نشاطؔ کشتواڑی کے

کرم سے فیض سے عُشاقؔ بھی جادو بیاں نِکلے

شبابؔ للت: اُستادِ محترم

نشاطؔ کشتواڑی: اُستادِ محترم

پھِر چَمن میں شان سے دَورِ بہار آنے لگا
پھِر کہیں گُلشن کا گُلشن میں شُمار آنے لگا

چھا گئی ہر سَمت کیا بادِ صبا دیوانہ وار
رَفتہ رفتہ شوخ کلیوں پر نِکھار آنے لگا

جا بجا سبزے نے پھِر سے کھول دی چشمِ حیات
جا بجا پھولوں پہ شبنم کا فشار آنے لگا

پھِر وفورِ شوق میں کوئل کہیں ہے نغمہ زن
پھر دِلِ عشّاق میں صبر و قرار آنے لگا

دیکھ کر کشمیرؔ کے باغات کی نیرنگیاں
سوختہ سوچوں میں رنگِ خوشگوار آنے لگا

جَب طبیعت اُداس ہوتی ہَے
تیرے جلووں کی پیاس ہوتی ہَے
غیر پیتے ہَیں میکدے میں ترے
میرے حِصّے میں پیاس ہوتی ہَے
دِل کی چوکھٹ سجائے رکھتا ہُوں
اُن کے آنے کی آس ہوتی ہَے
بادِ سحری کے نَرم جھونکوں میں
تیری زُلفوں کی باس ہوتی ہَے
اُس سِتمگر کی گُفتگُو میں بھی
شَہد کی سی مِٹھاس ہوتی ہَے
خِلوتوں میں بھی آجکل عُشاقؔ
وصل کی التماس ہوتی ہَے

تِرے دَور میں یہ سماں ہم نے دیکھا
سُلگتا ہُوا گُلِستاں ہم نے دیکھا
چلیں گولیاں عابدوں زاہدوں پر
عجب رُوح فرسا سماں ہم نے دیکھا
اِسے فِکرِ فردا نہ کُچھ آج کا غَم
عجب آج کا نَو جواں ہم نے دیکھا
یہاں مومنوں کی زباں گُنگ دیکھی
زباں والوں کو بے زباں ہم نے دیکھا
ہَر اِک سَمت غارت گری ہَم نے دیکھی
لہُو مِثلِ آبِ رَواں ہم نے دیکھا
ہر اِک سانس عُشّاق بھاری تھی ہم پر
ہر اِک لمحہ اِک اِمتحاں ہم نے دیکھا

بَغاوت بھری اَب فضا ہو گئی ہے

وَفا اَب دِلوں سے ہَوا ہو گئی ہے

محبّت میں دِن رات ہَے بیقراری

مِری زِندگی اِک سَزا ہو گئی ہَے

تھی دِلکش کبھی محفِلِ مے گُساراں

وہ محفِل بھی اَب بے مزا ہو گئی ہَے

بَظاہر جئے جا رہی ہَے یہ دُنیا

بباطن یہ لیکن فنا ہو گئی ہے

کبھی زِندگی کو تھا حاصل تحفّظ

یہ عُشّاق اَب بے نوا ہو گئی ہے

سفید و سیاہ و گُلابی یہ دُنیا

فریبِ نظر ایک خوابی یہ دُنیا

غلط فہمیوں سی غلط فہمیاں ہَیں

لگے پارسا کو شرابی یہ دُنیا

مِلے ہَم کو تَسکیں اَگر میکدے میں

ہَے کہتی اُسے بھی خرابی یہ دُنیا

محبّت کے بدلے مِلے گر محبّت

تو ہَے واقعی ماہتابی یہ دُنیا

مَیں عُشّاق پیتا ہوُں جامِ اخوت

کہے کیوں نہ مُجھ کو شرابی یہ دُنیا

بُجھ رَہی ہَے آرزوئے زِندگانی دیکھئے
گردِشِ دوراں کی ہَم پر مہربانی دیکھئے

آرزوؤں کا سَمندر ساحِلوں کو کھا گیا
ہو گیا صَبر و سکوُں بھی پانی پانی دیکھئے

اَے مورّخ اَب نئے اَنداز میں تاریخ لِکھ
کِس طرح ہوتی ہے تُجھ سے حق بیانی دیکھئے

بستیوں کی بستیاں سیلاب سے برباد ہَیں
لُٹ چُکی ہو جیسے دُلہن کی جوانی دیکھئے

قاتِلوں کا اِک ہجوُمِ بیکراں ہَے شَہر میں
شَہر پر بَلوائیوں کی حُکمرانی دیکھئے

اِک نئی ترکیب میں اَلفاظ کی بندِش لِئے
دیکھئے عُشّاق کی جادوُ بیانی دیکھئے

آیئے بیٹھئے رو برو

کُچھ تو ہو پیار کی گُفتگو

گو تصور میں تُم ہو سدا

دید کی ہے مُجھے جُستجو

باغِ ہستی میں تیرے طفیل

غُنچہ و گُل میں ہے رَنگ و بو

مُلتجی وقتِ آخر ہوں مَیں

میرے سجدوں کی رکھ آبرو

دیکھ لے اَپنے عُشّاق کو

تیرے جلوے کی ہے آرزو

کسی مہ وش کی چاہت ہے ہر اِک دِل میں بَسی یارو!
فقط مَیں ہی نہیں تنہا ترستے ہَیں سَبھی یارو

کسی کے پیرہن سے ہَم لِپٹ کر خوُب روئے ہَیں
کھڑی تھی سَر پہ جب اُس سے جُدائی کی گھڑی یارو

مِری میّت تو سوُئے منزلِ آخر روانہ ہے
وہ جانِ آرزو آیا تو کیا آیا اَبھی یارو

سُنا تھا ہَم نے پتّھر کو جلایا جا نہیں سکتا
کِس کی آہ سے پتّھر بھی جَلتا ہے کبھی یارو

یہ ہے عُشّاق کا دیوانہ پن یا پاک چاہت ہے
مِلیں گے جَلد اُن سے ہَم بفضلِ ایزدی یارو

زِندگی بے قرار دیکھی ہَے

شاعری بے وقار دیکھی ہَے

جَب بھی دیکھا ہَے آئینہ ہَم نے

فِکر رُخ پر سَوار دیکھی ہَے

میکدے سی کہاں وہاں رونق

ہَم نے جنّت بھی یار دیکھی ہَے

عاقلوں کے ہجُوم میں بھی کبھی

احمقوں کی قطار دیکھی ہَے

روزِ اوّل سے اَب تلک عُشّاق

سانس اَپنی اُدھار دیکھی ہَے

آزاد پرندے گُلشن میں ہر شاخ پہ گاتے ہیں لیکن
اَے کاش اسیِروں سے پوُچھو آزارِ قفس کیا ہوتا ہے
غُنچوں کے تبسُّم کا رَس تو آوارہ بھنورے لوُٹ گئے
بُلبُل جو عاشِقِ صادق ہَے محرُومِ وصال ہَے روتا ہے
اے عیش و طرب کے متوالو کُچھ وقت کے تیور پہچانو
جو وقت کے ساتھ بدل جائیں بَس وقت اُنہیں کا ہوتا ہے
ہر شخص ہَے گو مصروُفِ سَفر معلوُم نہیں انجامِ سَفر
بَس کوئی نصیبوں والا ہی آسوُدہَ منزل ہوتا ہے
گھر تیرا جلا توُ بیٹھا رہا کیوں ہاتھ پہ ہاتھ دھرے ناداں
اَب پچھتانے سے کیا حاصل عُشّاقؔ توُ اب کیوں روتا ہے

بے کیف زِندگی ہے عجب اِضطراب ہے
کیا وقت آگیا ہے کہ جینا عذاب ہے
اَب گُلشنِ حیات کا بدلا ہے رَنگ رُوپ
ماحول میں گھُٹن سی ہے موسَم خراب ہے
پھِر بِچ گیا کوئی پری رُخسارِ آنکھ میں
یہ آرزوئے عِشق بھی کیا لاجواب ہے
یہ کہہ کے بن گیا مِرا محرم مِرا رقیب
یہ دُشمنی بھی دوستو! کارِ ثواب ہے
میری خموشیاں ترے ہر اِک سَوال پر
اِک مختصر سا تیری جفا کا جَواب ہے
فردا کی فِکر کیجئے عُشّاق کِس لئے
معلوُم ہے کہ زِندگی مِثلِ حُباب ہے

فضائے گلشن نشاط پرور مزاجِ موسم ہے عاشقانہ
سماں غنیمت ہے بادہ خوارو کھُلا پڑا ہے شراب خانہ
عروسِ ماضی کا بوڑھا چہرہ نئی صدی کو یہ کہہ رہا ہے
فریبِ عصرِ رواں میں گھِر کر مُجھے نہ یکسر ہی بھوُل جانا
بسیط ہر سوُ ہے ظُلمتِ شب نہ روشنی کا گُماں ہے اَب تو
رَضائے مولیٰ نہ جانے کیا ہے نِگاہ اُسکی ہے دُشمنانہ
نئے یزیدوں کے کارنامے بڑھے ہیں چنگیزیت سے آگے
خُدائے برتر کے نیک بندو! تلاش کر لو نیا ٹھکانہ
تُمہاری سازش سے رَہنُماوٗ! فریبِ منزِل میں کھا رہا ہوُں
لُٹا مُسافِر ہوُں راستے کا نہ کوئی گھر ہے نہ ہے ٹھِکانا
وَطن کے بدخواہ رہبروں نے ہے عصبیت کا وہ بیج بویا
مِٹے ہیں دِلکش نقوُشِ اُلفت نہیں ہیں لہجے بھی دوستانہ

شب کے تاریک سائے ہیں شاہد مرے، دے رہی ہیں گواہی فضائیں صَنَم
رات بھر آپ کے ہجر میں بن تھمے، مِری آنکھوں سے برسیں گھٹائیں صَنَم

دِل کی پُرشوق بستی کے بازار میں، چاہتوں کی تھی میں نے دُکاں کھول دی
کِس نے آکر اَچانک یہ لُوٹی دُکاں، مہرباں تھا کوئی کیا بتائیں صَنَم

اِس تعاقب میں ہَم نیم جاں ہو گئے، پیر کانٹوں پہ چل کر ہیں چھلنی ہُوئے
ایک سائے کا پیچھا کِیا عُمر بھر، سر پہ جھیلیں ہیں کیا کیا بَلائیں صَنَم

حد سے بڑھ کر اگر حد میں چھوُتا نہیں، آرزُو کا مِری خوُن ہوتا نہیں
مَیں گُنہ گار ہوُں میں خطا وار ہوُں، دیجئے مُجھ کو بے شک سزائیں صَنَم

آپ کو ہوں مُبارک یہ رنگینیاں، شہر کی رونقیں شہر کی عِشرتیں
ہَم تو دَشت و بیاباں کے ہیں مُستحق، اَپنا گھر پھر وہیں جابسائیں صَنَم

لَب پہ شِکوہ نہیں کُچھ شِکایت نہیں، ہَم فریبِ وفا خود ہَیں کھائے ہوُئے
آ تِشِ ہجر میں ہم سُلگتے رہے روگ اُلفت کا دِل کو لگائے ہوُئے
اِک طرف ڈولیاں دُلہنوں کی سجیں، اِک طرف عاشقوں کے جنازے اُٹھے
جَشن ہوتے رَہے بینڈ بجتے رَہے، بزم ماتم میں نالے بھی ہائے ہوُئے
آرزو کی ترِی کھیتیاں ہوں جواں، تیرے گُلشن تک آئے نہ بادِ خزاں
زِندگی بھر رہے تُو سدا شاد ماں، نرم ہاتھوں میں مہندی رچائے ہوُئے
دِن ترِے وصل کی آرزو میں کٹا، رات اَختر شُماری میں بیتی مگر
مَیں نے برسوں گُذارے ترِی آس میں، ایک مُدّت ہوُئی تُجھ کو آئے ہوُئے
خونِ دِل اَپنا عُشّاق ہَم نے دِیا، دیپ اُلفت کا یوُں ہَم نے رَوشن کِیا
اَب بھی رَکھ کر ہتھیلی پہ ہَم اَپنی جاں، آندھیوں سے ہَیں اِس کو بچائے ہوُئے

کُچھ ہے ایسا خیال میرا بھی
کُچھ ہے ایسا خیال تیرا بھی
ایک جیسا سَماں نہیں رَہتا
بدلے ہے وقت اپنا چہرا بھی
کاروانِ حیات کا رَستہ
پُرخطر ہَے مگر سُنہرا بھی
پانیوں پر گُماں نہیں واجب
راستے میں ہَے نخلِ صحرا بھی
شاعری شعر پہ نہیں موقوُف
یہ سمندر ہَے اَور گہرا بھی

زخم دِل کا ہَرا ہی رہنے دو
ہَم کو آزارِ عِشق سہنے دو
ہَم پرستش کریں تو کِس کِس کی
اَپنا بس اِک خُدا ہی رہنے دو
سیل اشکوں کا اَب نہیں تھمتا
حالِ دِل آنسوؤں کو کہنے دو
خاکساری میں، مَیں رہا عُشاق
مَیں ہوُں آوارہ اِن کو کہنے دو

کُچھ شاعرانِ مُبتدی اِس شہر کے حضُور
دو شعر لِکھ کے صاحبِ دیوان ہو گئے
کیا خوُب کوئی شاعرِ با ذوق کہہ گیا
''اِس شہر کے حکیم بھی لُقمان ہو گئے''

سرد موسم کی رُت اَب تو جانے لگی

پھِر تمازت ہواؤں میں آنے لگی

بال و پر گرم لوُ کے نِکلنے لگے

دھوُپ تن سے پسینے بہانے لگی

سوُکھے پیڑوں پہ آنے لگیں کونپلیں

پھِر ہَوا پھوُل کلیاں کھِلانے لگی

رُت بھی قانونِ قُدرت کی پابند ہَے

کُچھ سمجھ میں ہے یہ بات آنے لگی

شَہر والو! مُبارک تُمھیں شَہر یہ

ہم کو پھِر گاؤں کی یاد آنے لگی

کُچھ بزمِ سُخن کے بھی آداب تو ہوتے ہَیں
با ذوق وہاں اَکثر احباب تو ہوتے ہَیں
ہو ہمّتِ مرداں تو کُچھ بھی نہیں ناممکِن
محنت سے بیاباں بھی شاداب تو ہوتے ہَیں
ساگر میں اُترنے کی ہمّت بھی ضرُوری ہے
گہرائی میں کُچھ گوہر نایاب تو ہوتے ہَیں
ہو فضلِ الٰہی تو بچ جاتے ہَیں طوفاں میں
ساحل پہ سفینے کُچھ غرقاب تو ہوتے ہَیں
مومن کی زباں پر تو آتا ہی نہیں شِکوہ
عُشّاق مگر مومن کم یاب تو ہوتے ہَیں

کٹتی ہے زِندگی جو یہ خوف و ہراس میں

ہے کیا تری نِگاہِ حقیقت شناس میں

گرتی حِصارِ زیست کی دیوار دیکھ کر

رہتا ہے پھر بھی آدمی جینے کی آس میں

جَب اِختلاجِ قلب کی دَستک سُنائی دے

سمجھو پیامِ مَرگ کا پرچہ ہے پاس میں

حِرص و ہَوس کا دائرہ محدُود چاہیئے

مَرنے کے بعد جیب نہ ہوگی لِباس میں

مُجھ کو خُدا کا خوف ہے خوفِ اَجل نہیں

رہتا ہوں محو اُس کی میں حمد و سپاس میں

ذہن و دِل پر کوئی خود ہی چھائے تو کیا
بِن بُلائے ہی خوابوں میں آئے تو کیا
اَپنی مُشتاق نظریں خطا کھا گئیں
اُن کی پہچان ہَم کر نہ پائے تو کیا
دِل ہے اِک آئینہ کوئی پتّھر نہیں
تیری جانے بلا ٹوُٹ جائے تو کیا
یوُں جوانی میں تو ہَم کو پوُچھا نہیں
ڈھل گئی عُمر، تب آپ آئے تو کیا
عُمر عُشّاق رَنج و الم میں کٹی
کوئی آ کر ہمیں اَب ہنسائے تو کیا

عِشق میں اَب آئی ہے ماڈیفِکیشن جانِ من
لگ گئی گھر گھر میں یہ نوٹیفِکیشن جانِ من

حُسن کی آرائشوں کے ہَیں مراکز جا بجا
کر لو کر لو آپ بھی بیُوٹیفِکیشن جانِ من

ران اور پستان پر ہلکا سا پردہ چاہیئے
یہ بھی ٹھہرا وقت کا اِک خاص فیشن جانِ من

طنز کے لہجے میں پُوچھا مُجھ سے محبوبہ نے کل
کیا ہَے کیا ہے آپ کی کوالیفِکیشن جانِ من

عرض کی ہم نے کہ جانم ہم تو ہیں ایم۔اے۔بی۔ایف
آپ چاہیں تو کریں ویریفِکیشن جانِ من

فارسی اُردوُ و عَربی کا چلَن ممنوع ہے
اَب تو ہَے عُشّاق اِنگلِش ایجوکیشن جانِ من

(M= میٹرک، A= اپئیرڈ، B= بٹ، F= فیلڈ)

دِل نہ خوباں سے لگاؤ کہ خُدا خیر کرے
اِس کو شعلوں سے بچاؤ کہ خُدا خیر کرے

تُم کو مَیں جینے کے آداب سِکھا وُں، آؤ
دِل کِسی کا نہ دُکھاؤ کہ خُدا خیر کرے

جام چھینو نہ کِسی اَور کے حِصّے کا کبھی
پیاس پیاسوں کی بُجھاؤ کہ خُدا خیر کرے

بھیک جلووں کی مُجھ آشُفتہ کو بھی مِل جائے
مُجھ سے بھی آنکھیں مِلاؤ کہ خُدا خیر کرے

رات اُس بزم میں عُشّاق پہ کیا گُذری تھی
کُچھ ہَمیں بھی تو بتاؤ کہ خُدا خیر کرے

ہَیں مُنتشر خیال اُنہیں جوڑیے حضُور
اَپنا جمُودِ طبع ذرا توڑیے حضُور
کُچھ تو زمینِ شعر کو ہموار کیجیے
سوئے کمال فِکر کا رُخ موڑیے حضُور
مِل جائے گا عرُوج بھی پروازِ فِکر میں
سوزِ سُخن میں فِکرِ رسا جوڑیے حضُور
کُچھ جائزہ تو لیجیے حالات کا جناب
ذِکر اِن کا اپنی شاعری میں جوڑیے حضُور
عُشّاق شعر بزم میں پڑھیے بصد نیاز
دادِ سُخن مِلے نہ مِلے چھوڑیے حضُور

اِسلاف کے خوابوں کی تعبیر کریں پیدا
دِل جیت لے جو، ایسی تقریر کریں پیدا
نِکھرا ہُوا جوبن ہو اَلفاظ کے چہروں کا
دِل کش سی غزل کی وہ تصویر کریں پیدا
ترتیب نئی دے کر تاریخِ بشر کو ہم
پاکیزہ خیالوں کی تحریر کریں پیدا
ہَم پیار کا پرچَم پھِر اِس ارض پہ لہرائیں
اِخلاص کے رِشتوں کی تعمیر کریں پیدا
نفرت کے اندھیروں کو ہَم جڑ سے اُکھاڑینگے
پھِر خیر سگالی کی تنویر کریں پیدا
اِیثار و عمل سے ہَم عُشّاقِ زمانے میں
تعظیم کریں پیدا توقیر کریں پیدا

جَب سے اُن کا جَمال دیکھا ہَے
اِک درخشاں ہِلال دیکھا ہَے
چال بانکی وہ معتبر آنکھیں
رُخ پہ جاہ و جلال دیکھا ہَے
دِل میں اُترے ہَیں موج کی صوُرت
یہ بھی اُن کا کمال دیکھا ہَے
چین رُخصت، قرار کھو بیٹھے
جب سے لُطفِ وَصال دیکھا ہَے
کِتنے چہرے ہَیں رقص میں عُشّاق
اُن سا لیکن محال دیکھا ہَے

کوئی صوُرت ہمیں ایسی عطا ہو

کہ وہ گُلفام ہم پر بھی فِدا ہو

کُچھ اِس انداز سے برساؤ رحمت

یہ خاکی بس تُمہارا خاکِ پا ہو

سنور جائے ہمارا قلبِ تیرہ

کرم تیرا جو تھوڑا سا عطا ہو

تُجھے پہچاننے اَور جاننے کی

بصیرت مالکِ ہر دوسرا ہو

چَلن اَپنا مِثالی ہو جہاں میں

مِرے ہاتھوں نہ اَب کوئی خطا ہو

○

بھلاؤں کیسے مَیں دورِ ماضی وہ دَور میرے شباب کا تھا
تھی اپنی ہر شام، شامِ عشرت مَیں جیسے بیٹا نواب کا تھا
نشاط پرور تھے روز و شَب کیا حسین چہروں سے دِل لگی تھی
کبھی تھے شکوے کبھی شکایت کبھی گلہ بھی حساب کا تھا
وہ گھر کی چھت پر کسی کا آکر اِشارتاً یہ کسی سے کہنا
تُمہارا کالج تو بند ہی تھا مِرا ابھی پرچہ حساب کا تھا
مِری نِگاہوں کے آئینے میں اَبھی وہ نقشہ اُبھر رَہا ہے
کسی کا چھُپ چھُپ کے مُجھ سے ملنا، وہ کھُلنا بندِ نقاب کا تھا
بھلا دو عشاق چونچلے وہ جو دَورِ رفتہ کا تھے اثاثہ
بہ وقتِ پیری کہاں وہ دم خم وہ دَور اوجِ شباب کا تھا

وہ چشمِ شوخ آج پھر اَپنی ادا میں ہے
زُلفِ دراز دوش پر آنچل ہَوا میں ہے
آئی ہے گُلستاں سے یہ موجِ شمیمِ گُل
یا پھر کِسی کے جِسم کی خوشبُو فضا میں ہے
اِک پیکرِ جمیل کا نقشہ ہے ذہن میں
کیا فرق اُس میں اَور ہمارے خُدا میں ہے
مَیں گردِشِ زمانہ کا خُو گر ہُوا ہوُں دوست
رکھا ہی کیا طبیب تری اب دَوا میں ہے
از خود شباب آج ہے حدِ شباب میں
حُسن و جَمالِ شوخ کیا کافِر ادا میں ہے

شبِ فُرقت میں ہم ایسے بسر اوقات کرتے ہیں
تُمہارا ذِکر کرتے ہیں تُمہاری بات کرتے ہیں

شبستاں میں مزے لیتے ہو تُم تو خوابِ شیریں کے
ہمیں سے پُوچھئے کیسے بسر ہم رات کرتے ہیں

چمن والو چمن کو برقِ سوزاں سے بچانا ہے
چلو آو رہِ مولےٰ میں کُچھ خیرات کرتے ہیں

ٹھکانہ شہر کے فُٹ پاتھ پر ہے جن غریبوں کا
انہیں سے پوچھئے کیسے بسر وہ رات کرتے ہیں

فقیرِ شہر ہیں دِل کے سِکندر ہیں مگر جاناں!
متاعِ جاں کی تُم کو نذر ہم سوغات کرتے ہیں

بزم میں ہم سے بغاوت ہوگئی
صدرِ محفل سے عداوت ہوگئی

ہم نظر اُن سے مِلائیں کیا مجال
دید کو اُن سے رَقابت ہوگئی

رَنگ لایا اَبرِ باراں کا اَثر
مئے کشوں کو مئے عنایت ہوگئی

بام پر آنے لگے وہ بے نقاب
اَب تو جلووں کی سخاوت ہوگئی

لڑگئیں عُشّاق آنکھیں اُن سے آج
ہم سے دانستہ شرارت ہوگئی

نہ اِنبساطِ حیات مُطلق نہ آرزوئے مکاں ہے توبہ

ہر ایک کاندھے پہ حسرتوں کا، غموں کا بارِ گراں ہے توبہ

یہ تازیانوں کا قہر توبہ ہے سُرخ جسموں کے جمگھٹوں پر

یہاں تو پتّھر بھی کانپتے ہیں، کہ آب دیدہ جہاں ہے توبہ

یہ حادِثہ ہے کہ مرتے مرتے بشر حوادث میں جی رہا ہے

دِلوں سے جینے کی چاہ غائب، کہ روح فرسا سماں ہے توبہ

نہ جُستجُوئے طرب دِلوں میں، نہ آرزوئے حیات باقی

یہ زِندگی ہے تو جی رہے ہیں یہ جینا کِتنا گراں ہے توبہ

یہ عصرِ حاضر کی دین ہے کیا نوائے عُشّاق رائیگاں ہے

کِدھر گئے اَمن اور تحفظ، لبوں پہ آہ و فغاں ہے توبہ

میرے در پر وہ عبارت لِکھ گیا
جھونپڑے کو بھی عِمارت لِکھ گیا
شہر کے پُر اَمن چہرے پر کوئی
لوُٹ، دہشت، قتل غارت لِکھ گیا
میرے دِل کے سادہ کاغذ پر وہ بُت
شوخ نظروں سے شَرارت لِکھ گیا
چھین کر آنکھوں سے میری رَوشنی
کاغذوں میں وہ بشارت لِکھ گیا
جو مسیحا شہر کا تھا وہ طبیب
ٹوٹی سانسوں کو حَرارت لِکھ گیا

مانئے اَب تو خُدارا بات میری مانئے
آیئے مِل کر گذاریں رات میری مانئے

آپ کی صحبت میں ہو جائے ذرا اِک دورِ جام
دیکھئے جو بن پہ ہے برسات میری مانئے

بیٹھ کر خِلوت میں ہَم کُچھ گُفتگو باہم کریں
ہے موافِق صوُرتِ حالات میری مانئے

یہ مُلاقات آج کی ہے ایک حُسنِ اِتفاق
پھِر کہاں ملتے ہَیں یہ لمحات میری مانئے

ہَم اسیرِ شوق ہَیں کرتے ہَیں اپنی جان بھی نذر
کون دیگا ایسی پھِر سوغات میری مانئے

کِسی مغرُور پہ دِل آ گیا ہَے
دلِ مُضطر کو وہ بھرما گیا ہَے
وہ ظالم ڈال کر آنکھوں میں آنکھیں
پسینے سے ہَمیں نہلا گیا ہَے
دلِ بیتاب محرُومِ سکوُں ہَے
خیالوں پر وہ چہرہ چھا گیا ہَے
سبھی نظریں ہُوئیں مرکوز اُس پر
بھری محفِل میں جَب وہ آ گیا ہَے
ہَمیں دیکھا تو اَپنے آپ جانے
وہ کیا کُچھ سوچ کر شرما گیا ہَے

آس تُجھ سے لگائے بیٹھا ہُوں
تُجھ کو دِل میں بسائے بیٹھا ہُوں
زِندگی بھر کی یہ کمائی ہے
کِتنے دھوکے مَیں کھائے بیٹھا ہُوں
میرے آنگن میں دیکھ تیرے لئے
پھُول کیا کیا لگائے بیٹھا ہُوں
جوشِ وحشت میں وائے رے عُشّاق
آگ گھر کو لگائے بیٹھا ہُوں

طبیعت پر خُماری چھا رہی ہے

مُجھے ماٹی سے خوشبو آ رہی ہے

شگُفتہ باغِ ہستی ہے سراسر

فضا قلب و جگر گرما رہی ہے

اِدھر آئینہ بھی ہے دم بخود سا

اُدھر صوُرت بھی کُچھ شرما رہی ہے

یہ اُن کے پائے نازُک کا نِشاں تھا

مُبارک خاک یہ بتلا رہی ہے

ہَوا میں وجد کا عالم ہے عُشّاق

چمیلی اَور سوسن گا رہی ہے

اِک گھر کی اٹاری پر کل حوُر نظر آئی
گو سانولی صورت تھی پُر نور نظر آئی
اِک بول کو جی ترسا صوُرت کہ شناسا تھی
تھی چاہ اُسے بھی پر مجبور نظر آئی
ماحول کی نس نس میں اِک جوش نشیلا تھا
پُر کیف فضا بھی کُچھ مخمور نظر آئی
اِک شوخ تبسّم سے ہاتھ اُس نے ہلایا جب
کُچھ ہم کو لگا وہ بھی مسروُر نظر آئی
وہ جھیل سی آنکھیں تھیں یا ساغرِ صہبا تھے
نشّے میں وہ جو بن کے مخمور نظر آئی

سجائیں آؤ پھر دیوانِ اُردوُ
بڑھائیں دوستو اَب شانِ اُردوُ
زبانِ میرؔ و غالبؔ کے ہو وارث
تمہیں شیدائے اُردوُ جانِ اُردوُ
ہوُئے معرُوف چہرے آج یکجا
محبان و نگہبانانِ اُردوُ
لگی مِضراب لو سازِ سخن پر
سجی بزمِ غزل خوانانِ اُردوُ
یہ چہرے معتبر اَور محترم ہَیں
رہے تا عمر یہ قربانِ اُردوُ
مُبارک صد مُبارک ہو مِلن یہ
فزوں ہوگی اسی سے شانِ اُردوُ
شریکِ بزم ہیں عُشّاقؔ شاعر
ہے جِن سے شہرتِ میدانِ اُردوُ

آؤ اُس کو چھوڑ آئیں پھِر سے اُس کے گھر تلک
کیا پتہ وہ بھوُل ہی بیٹھا ہو اپنا دَر تلک

ذِکر کو اَب ذِکر کی حد میں ہی رہنے دیجئیے
بڑھ کے جا پہنچے نہ یہ اخبار کے دفتر تلک

رینگتا ہے اب زمیں پر طائرِ بے حال سا
وقت کے صیّاد نے نوچے ہیں اس کے پر تلک

دوُر سے دیکھو تو لگتا ہے بجوکا کھیت کا
ٹوُٹے پیڑوں کی طرح ٹوُٹا ہے اُسکا سَر تلک

اَب نہیں بھاتی ہے اُس کو زعفراں زاروں کی بات
حادثوں نے ہے اُجاڑا اب تو اِسکا گھر تلک

ہم چراغِ دوستی کو پھِر ضِیا دینگے ضروُر
وقت آنے پر فِدا کر دیں گے اس پہ سَر تلک

رات بھر تاروں سے محوِ گُفتگوُ عُشّاق تھا
دھوُپ کا سیلاب جب تک آ نہ پہنچا گھر تلک

نیم روشن خلاؤں میں نادیدہ سی آس کی اِک کرن ضَو دکھانے لگی

میری افسردہ سوچوں کے قالب میں ہے اِک نئی زِندگی پھر سمانے لگی

ذہنِ خاموش میں ایک ہلچل ہوئی پھرِ خیالوں کے دروازے وا ہو گئے

پھر اُمیدوں کی نازُک سی اِک پھُلجھڑی دِل کی دیوار پر جگمگانے لگی

اِک مصوّر کے خوابوں کی تحریک نے اِک تخیّل کو پھِر سے جنم دیدیا

عزمِ فردا کے روشن چراغوں کی لو ذہن ودِل کے دریچوں پہ چھانے لگی

سرسرانے لگی موجِ بادِ صبا چھیڑتی سرو و سوسن کے نازک بدن

پھوُل سے پھر گلے مل کے تتلی کوئی راز کی بات اُس کو سنانے لگی

کیف پرورسکوں بخش ماحول میں اِک شگفتہ سی میں نے غزل چھیڑدی

بزمِ یاراں میں اک غلغلہ سا اُٹھا رنگ پر محفلِ شعر آنے لگی

اَداؤں میں شوخی لبوں پر تبسُّم اشاروں میں دعوت نظر کافرانہ
جہاں سے بھی گذرے یہ حسنِ مُجسم قیامت کی آمد کا ہواِک بہانہ
حسیں چاند کی جب روپہلی شعاعیں ترّی زلفِ برہم سے آ آ کے کھیلیں
جلے کیوں نہ حورانِ جنّت کا سینہ، تجھے رشک سے کیوں نہ دیکھے زمانہ
مِری آرزوؤں کی بستی بسا کر یکایک نہ جانے کہاں کھو گئے تم
ہے خاموش اب آرزوؤں کی بستی، نہ ہے کوئی نغمہ نہ کوئی ترانہ
خیالوں کی حد میں جوتُم آ گئے ہومگر آ کے جب سے ہَوا ہو گئے ہو
ہَے خاموش پھِر سے خیالوں کی بستی نہ ہَے کوئی نغمہ نہ کوئی ترانہ
عجب کرب ہَے اور عجب کشمکش ہَے وفائیں ہے گھائل پشیمانیاں ہیں
اُمیدوں کے چہروں پہ ویرانیاں ہَیں نہیں کوئی رنج و الم کا ٹھکانہ
کلی اپنے دِل کی نہیں کھلنے پائی، اگرچہ ہے عُشاّق ماحول رنگیں
چمن میں بہاراں کی ہے آمد آمد بہت کیف پرور ہے موسم سُہانہ

کبھی رُو بہ رُو تو ہو جلوہ گر، مجھے لمسِ پا کا کرَم تو دے
تِرا عکس جِس میں سدا رہے مُجھے ایسا دیدۂ نم تو دے

جو کلام تُجھ سے ہو رُو بہ رُو تو بہم طویل ہو گُفتگوُ
تِری خاکِ پا پہ رکھوں جبیں مجھے یہ شَرفَ اَے صنم تو دے

مِری زِندگی کی بیاض میں تِری عظمتوں کی ہو داستاں
تِرا ذِکر جِس کی ہو نوک پر مِرے ہاتھ میں وُہ قلم تو دے

مِرا شوق رحتِ سفر مِرا، تِری دید منزلِ زِندگی
جو لگائیں منزلِ عشق پر مُجھے تیز روُ وُہ قدم تو دے

ہَے مِزاج میرا جو مُنفرد ہے کلام میرا جو دِل نشیں
تِری رہنمائی کی ہَے عطا مِری فِکر کو یہ بھرم تو دے

تِرے در پہ عُشاؔق ہے کھڑا تِرے آستاں کا فقیر ہے
تُو ہَے بادشاہِ سُخن اِسے توُ متاعِ لوح و قلم تو دے

ایک مُدّت ہوُئی تھی بھُلائے ہوُئے کیوں خیالوں میں پھِر سے وُہ آنے لگے

ایک پامال و افسردہ گلزار میں وقتِ آخر یہ کیا گُل کھِلانے لگے

کیف پرور فضا سُرمئی شام ہے پھِر خیالوں میں ہلچل سی ہونے لگی

ایسے ماحول میں آج حیران ہوُں بِن پیئے کیوں قدم ڈگمگانے لگے

اِک تصوّر تھا اُن کا جِسے دیکھ کر ہم نے پیکر تراشا تھا اِک دِل رُبا

آج پاکر اُسے رُو بہ رُو جلوہ گر اُسکے قدموں پہ سر ہم جھُکانے لگے

دھوُپ اوڑھے ہوئے صبح تھی جلوہ گر، نور کا ایک ساگر مچلنے لگا

اپنے ماتھے پہ کِرنوں کا جھوُمر لِئے پھِر سے کوہ و دمن جگمگانے لگے

بزمِ دانش کدہ یہ تِرا فیض ہے یہ متاعِ سُخن اِک تِری دین ہے

ذہنِ عُشّاق میں صحبتوں سے تِری شعر نازل ہوُئے دِل لُبھانے لگے

دِل کو سکوں ہے آج نہ صبر و قرار ہے
ناراض مُجھ سے کیا مِرا پروردِگار ہے
یہ جان اور جِسم امانت اُسی کی ہے
لے لیگا کب اُسی کو ہی یہ اختیار ہے
بے حال گھر سے دُور ہوُں حالات کے سبب
اِس اجنبی کا کون یہاں غمگُسار ہے
آتی ہے مُجھ کو یاد جب اپنے دیار کی
روتا دلِ حزیں مِرا زار و قطار ہے
کِس کو سُناؤں داستاں اپنوں سے ہجر کی
دُوری یہ اپنے شہر سے قدرت کی مار ہے
اب جِسم و جاں میں اُٹھنے کی توفیق بھی نہیں
آنکھوں میں بس کہ موت کا چھایا خُمار ہے
عُشّاق میرے لختِ جگر اشکبار ہیں
میت مِری اب اُٹھنے کا بس انتظار ہے

کِس طرح بھوُلیں گے ہَم عہدِ گزُشتہ کے نقوُش
زِندگی ہم نے گذاری ہَے نوَابوں کی طرح
یاد رہ رہ کر ہَمیں آتا ہَے وہ دَورِ شَباب
اَب جَہاں کو دیکھتے ہَیں ہَم سَرابوں کی طرح
وقت اُن کو بھی سُنائے کوئی مژدہ جانفزا
لوگ جو کہتے ہَیں دُنیا ہَے عذابوں کی طرح

پھر دوشِ ہَوا پہ نغموں کی آواز کہیں لہرائی ہَے
پھر سازِ دِل کے تاروں کو اِک بار کوئی ہے چھیڑ گیا
جھرنوں کے قُل قُل کی سَرگم ندیوں کی لہروں کے نغمے
لگتا ہَے سازِ فِطرت پر مَلہار کوئی ہے چھیڑ گیا

جب سے اُن کا جمال دیکھا ہے
بیٹھے بیٹھے ہلال دیکھا ہے

چال بانکی وُہ معتبر آنکھیں
رُخ پہ جاہ و جلال دیکھا ہے

دِل میں اُترے ہیں موج کی صوُرت
یہ بھی اُن کا کمال دیکھا ہے

چین رُخصت قرار کھویا ہے
جب سے کیفِ وَصال دیکھا ہے

کِتنے چہرے ہیں رقص میں عُشاق
اُن سا لیکن مُحال دیکھا ہے

آپ ناحق ملال رکھتے ہیں
شیشۂ دِل میں بال رکھتے ہیں
چاپلوسی ہمیں نہیں منظور
ہم خود اپنا خیال رکھتے ہیں
چار دِن کی حیات ہے پھر بھی
ذہن و دِل میں وبال رکھتے ہیں
بھوُل جاؤ بُرا کہیں گر لوگ
دِل میں کیوں اشتعال رکھتے ہیں
بزمِ یاراں میں واقعی عُشاؔق
آپ اپنی مِثال رکھتے ہیں

سرِ بام جلوہ نُما اِک قمر ہے

ہُوئی جا رہی شام ہی کو سحر ہے

جلا جا رہا ہے یہ دِل شمع بن کر

سِتم ہے کہ پروانہ بے بال و پر ہے

دلِ مُضطرب کو نہیں ضبطِ گریہ

یہ دامن مِرا دیکھیے تر بہ تر ہے

رہِ زِندگی میں عجب پیچ و خم ہیں

یہ مانا کہ یہ مختصر اِک سفر ہے

بہت طوُل پر ہے یہ ذوقِ پرستش

اِدھر میرا ماتھا اُدھر سنگِ در ہے

ازل سے ہوُں تنہا میں تنہا سفر میں

فقط میرا سایۂ میرا ہم سفر ہے

سحر تا شام لیتے ہَیں تِرا ہی نام ہم ساقی
ہُوئے ہَیں اِس خطا کے واسطے بدنام ہم ساقی

نصیبوں میں ہمارے کُب ہے لذّت آبِ کوثر کی
چلا لیتے ہَیں ٹھرّے سے ہی اکثر کام ہم ساقی

ہوس یہ مال و زر کی، پرورش اپنے اقارِب کی
بخُوبی جانتے ہیں اِسکا بھی انجام ہم ساقی

جھمیلے چھوڑ کر دنیا کے آئے ہیں ترے در پر
لِئے پھِرتے ہَیں کب سے یہ دِلِ ناکام ہم ساقی

زبانِ میرؔ و غالِبؔ سے شناسا ہم بھی ہَیں لیکن
کہاں وُہ میرؔ کا رُتبہ کہاں بے نام ہم ساقی

ضعیفی میں یہی تو اِک اَلم ہے
نظر سے دُور وہ میرا صنم ہے
لکھی توصیف تیری جِس سے برسوں
مِرے ہاتھوں میں اب بھی وہ قلم ہے
یہ رقصِ بے مزہ بھاتا نہیں ہے
یہی تہذیبِ حاضر کا اَلم ہے
کہیں کیا ہم پہ کیا گذری ہے عُشاق
نتیجہ عِشق کا آخر الم ہے

متاعِ حُسن کا بازار اچھا
ہمیں یہ عِشق کا آزار اچھا
ابھی موّاج ہے سوچوں کا ساگر
ابھی لہروں کا ہَے کِردار اچھا
عروجِ فِکر حاصل ہو تو کیونکر
نہیں تخلیق کا معیار اچھا
مسلسل آپ کا طرزِ تغافُل
نہیں ہرگز نہیں سرکار اچھا
نہیں کچھ اور بھاتا مجھ کو عُشاؔق
مجھے تو ہے مِرا گھربار اچھا

بُلبُلِ خوش نوا پھر سے باغات میں، شاخِ گُل سے گلے مل کے گانے لگی
پھر اُمنگوں کے ساگر میں طوفاں اُٹھا، پھر تری یاد دِل کو ستانے لگی
بادِ مشرق کے پُر کیف جھونکوں میں ہے، اک نیا ولولہ اک نئی تازگی
چھوُ کے آئی ہے گیسوُ ترے یہ ہَوا، میرے دِل میں ہے طوفاں اُٹھانے لگی
ماہِ تاباں کی جادوُ اثر چاندنی، تیرے عارض سے ٹکرا کے شرما گئی
ہو کے شرمندہ وہ دیکھتے دیکھتے، پردۂ ابر میں مُنہ چھپانے لگی
شہرِ گُنجان میں یوں سرِ رہ گُزر، اُس نظر سے نظر میری ٹکرا گئی
اِک تصوّر خُدا کا تھا خوُد سامنے سجدے کی آرزو سر اُٹھانے لگی
روزِ حشر اُس نے پوچھا جو عُشّاق سے ،کون ہے تیرا معبود سچ سچ بتا
لب پہ نامِ خُدا میرے آیا مگر کہتے کہتے زباں لڑکھڑانے لگی

تُو کریم ہے تُو رحیم ہے، تجُھے کیا جہاں کی خبر نہیں
یہاں اُگ رہی ہیں عداوتیں، یہاں آج کوئی شجر نہیں
جو دِلوں میں عشقِ رسُول تھا، وہی زندگی کا اصوُل تھا
وہ نِظامِ ہستی ہے مُنتشر کہاں قاتلوں کو ہے ڈر کہیں
میں ہوں اپنے حال سے بے خبر، نہیں مُجھ کو اتنی بھی اب خبر
ہے وجود میرا کہ ہے نہیں مِرے دِل کو یہ بھی خبر نہیں
مِرا ذہن تجُھ سے ہے مُنحرف دے جواب میرے سوال کا
تُو خُدا ہے میرا کہ یا نہیں، مِرے حال کی جو خبر نہیں
تو خدا ہے میرا تو نوُر دے، مُجھے فہم دے تُو شعور دے
مِرا باغِ ہستی ہو کیف زا، مُجھے آرزوئے دِگر نہیں

میں اپنے کاندھوں پہ آپ اپنی صلیب یارو اُٹھا رہا ہوُں
نہ بیتے کل کی خبر ہے مُجھ کو میں حال بھی اب بھُلا رہا ہوُں

نہ زُلف و عارِض کا تذکرہ ہے نہ لب پہ ذِکرِ جمالِ خوُباں
نہ قربتِ حسن کی تمنّا نہ کوئی گل اب کِھلا رہا ہوُں

دوام حاصل جہاں میں کِس کو نِظام سارا یہ عارضی ہے
ہے زِندگی اِک حُبابِ کمتر میں خوُد ہی خوُد کو بتا رہا ہوُں

حیا کے پردوں میں پل کے نِکلی حیات کِتنی یہ باصفا تھی
ہوئی یہ وقفِ گُنہ سراسر، اب آنسوؤں میں نہا رہا ہوُں

او دورِ حاضر کے نو نِہالو، متاعِ شعر و ادب سنبھالو
فریضہ اپنا نبھا کے عُشاّق بزم سے مَیں تو جا رہا ہوُں

○

قیس و مجنوں کی صورت بھٹکتے رہے عاشقاں، عاشقاں، عاشقاں کی طرح
یوں ہی خوابوں کی دُنیا میں پلتے رہے خوش گماں، خوش گماں، خوش گماں کی طرح

اُن کی آمد کے چرچے زبانوں پہ تھے، خیر مقدم کی خاطر بڑے پیار سے
اپنے ہاتھوں سے ہم نے سنوارے چمن باغباں باغباں باغباں کی طرح

گُنگُناؤ غزل پھر کوئی شوق سے چھیڑ دو سازِ جذبات مِضراب سے
پھر زمیں پر چراغوں کو روشن کرو کہکشاں، کہکشاں، کہکشاں کی طرح

عالمِ خوش نوائی کے ماحول میں، بات اُس سے ہوئی خوب کھُل کر مِری
پیش آیا مِرے ساتھ وہ جانِ جاں، مہرباں مہرباں مہرباں کی طرح

چاند تاروں کو آواز دو تم ذرا، بام و در کی مِرے روشنی دیکھ لیں
ایک چہرہ زمیں پہ ضیا بار ہے، کہکشاں، کہکشاں، کہکشاں کی طرح

وقتِ پیری ہے ماضی کا ماتم کروں، حال پر اپنے جی بھر کے آہیں بھروں
اب تو عُشّاق باندھا ہے رختِ سفر ناتواں، ناتواں، ناتواں کی طرح

پڑ گئے جب سے ادائے حُسن سے پالے حضُور
بن گیا اپنا مقدّر سوز و غم، نالے حضُور
پُوچھنا ہم سے ہمارا حال اُس کا شوق سے
اور ہمارا عرض کرنا مُنہ پہ ہیں تالے حضُور
مُنتشر ہیں گیسوئے جاناں، ہے چہرہ مُضطرب
رُخ سے غائب ہو گئے کیوں نور کے ہالے حضُور
چلچلاتی دھوپ میں چلیئے نہ تپتے فرش پر
نرم و نازُک پاؤں میں پڑ جائینگے چھالے حضُور
ہلکی ہلکی بادو باراں اور سائے شام کے
ہو گئے عشّاق پی کر جام متوالے حضُور

جوانی کی دہلیز تک آتے آتے قدم ڈگمگائے مگر رفتہ رفتہ
کئی خواب آنکھوں میں ہم نے سجائے کئی پھر مِٹائے مگر رفتہ رفتہ
کبھی اضطرابوں سے دوچار تھے ہم کبھی شادمانی کے منظر بھی دیکھے
کبھی خود بھی روئے کسی کو رُلایا کبھی مُسکرائے مگر رفتہ رفتہ
سرِ شام آنکھوں میں پرچھائیاں تھیں خیالوں میں دِلکش سی انگڑائیاں تھیں
کئی شہر خوابوں کے ہم نے بسائے قضا نے مِٹائے مگر رفتہ رفتہ
چلو پھر کہیں گوشۂ گلستاں میں خیالوں کا اپنے شِوالہ بنا کر
کریں اُس میں اپنے صنم کی عبادت جو برکات لائے مگر رفتہ رفتہ
شبِ تار ہے اور بہت بے بسی ہے غمِ ہجر ہے لب پہ آہ و فغاں ہے
کوئی کاش آئے مرے غمکدے میں جو ڈھارس بندھائے مگر رفتہ رفتہ

جلوہ عُریاں چاہئیے دیدار آساں چاہئیے

آپ کی ہم عاشقوں پر مہر ارزاں چاہیے

روشنی اِنسان کو دیتا ہے دانش کا چراغ

زندگی دنیا میں کرنے کو یہ ساماں چاہئیے

ہم نے وحشت میں کیا مِسمار خوُد ایوانِ ہوش

قیس کی صورت ہمیں اِک دشتِ ویراں چاہئیے

میکدے میں ہم بھلا دیتے ہیں رنج و اِضطراب

دِل کے بہلانے کو لازم یہ بھی ساماں چاہئیے

ہے بہُت افضل جہاں میں یہ زمینِ رامؔ و شامؔ

زندگی اپنی کریں ہم اس پہ قرباں چاہئیے

جو یہاں عُشاّقؔ ڈالے نفرتوں کے داوٗ پیچ

سرزمینِ ھندؔ پر ایسا نہ شیطاں چاہئیے

مِری روح میں میرے خالق کا گھر ہے
وہی ذاتِ یکتا یہاں جلوہ گر ہے
ہے پوشیدہ تُجھ سے کہاں بات کوئی
تُجھے راز ہائے جہاں کی خبر ہے
میں ہوُں کون آیا ہوں میں کس جہاں سے
مُجھے خوُد بھی واللہ نہ اِس کی خبر ہے
نہ جھانکا کبھی عُمر بھر اپنے اندر
نہ کی اپنے باطن پہ اب تک نظر ہے
جو کرنے کو باقی ہے عُشّاق کر لو
میرے دوستو زِندگی مختصر ہے

چھوڑینگے مُجھ کو یار نہ رُسوا کِئے بغیر
ہنگامہ نِت نیا کوئی برپا کِئے بغیر

ہم نے خلوصِ دل سے اُنہیں دوست ہی کہا
پیچھے ہٹے نہ ہم سے وہ دھوکہ کِئے بغیر

کہتے ہیں ننگِ شعر جسے اہلِ فکر و فن
تھکتا نہیں ہے اپنا وہ شہرا کئے بغیر

دادِ سُخن ہے دوستو آپس کا لین دین
بنتی نہیں ہے آج یہ سودا کئے بغیر

یہ صحبتِ نِشاؔط کا عُشاقؔ فیض ہے
پڑھتا ہوُں شعرداد کی پروا کِئے بغیر

اب فرض دوستی کا تو دُشمن ادا کریں
ہم جن کو دوست کہتے ہیں اکثر دغا کریں

وہ جان و دِل سے کیوں نہ ہمیں ہوں عزیز تر
جو ہوں خلوص کار جو ہم سے وفا کریں

راحت ہو چاہے غم، ہمیں دونوں قبول ہیں
جو بھی مِلے اُسی پہ ہی شُکرِ خُدا کریں

ڈرتے ہیں ہم بڑھاتے ہوئے دوستی کا ہاتھ
ایسا نہ ہو کہ آپ بھی ہم پر جفا کریں

ظاہر ہے اِس جہان سے جانا ہے ایک دِن
عُمرِ دراز مانگنے کی کیوں خطا کریں

عُشاق میرے سر پہ حریفوں کا ہے عتاب
میرے رفیق میرے لئے اب دُعا کریں

مُجھ کو یوں ہی اُداس رہنے دو
ہاں مجھے بد حواس رہنے دو
ڈُوب جاؤں نہ مے کے ساغر میں
تھوڑی باقی بھی پیاس رہنے دو
آپ ساغر لُنڈھائے جاتے ہیں
میرا خالی گِلاس رہنے دو
دورِ بے پردگی ہے یہ عُشّاق
تن پہ میرے لِباس رہنے دو

○

عُمر کا سوُرج سمیٹے ہے جو ڈیرا ہائے ہائے

کرنا ہے زیرِ زمیں جاکر بسیرا ہائے ہائے

آئینہ دیکھا تو اپنی شکل پہ نادم ہوُئے

یاس و حسرت کا لگا تھا رُخ پہ ڈیراہائے ہائے

ہوکے جب مایوس تجھ سے جاتے ہیں مے خانے ہم

ذِکرِ مے ہوتا نہیں ہوتا ہے تیرا ہائے ہائے

پھِر وہی موسم وہی جام و سُبو کا جشنِ کیف

ہوگا مے خانے میں رِندوں کا بسیرا ہائے ہائے

بادہ نوشی کے سبب عُشّاق ہم بدنام ہیں

ہم شریفوں کو ہے رسوائی نے گھیرا ہائے ہائے

شاخِ نازُک پر کم از کم آشیاں رہنے بھی دو
میرے ہونے کا چمن میں کُچھ نِشاں رہنے بھی دو

خوب دیکھیں زندگی بھر حُسن کی رعنائیاں
جاتے جاتے ساتھ اپنے یہ گُماں رہنے بھی دو

بادو باراں کے تھپیڑوں کا ہے شکوہ کس لئے
ہے یہ موسم کی عطا تو یہ سماں رہنے بھی دو

بے وفا احباب سے ہو بند کیوں کر بول چال
کُچھ نہ کُچھ رِشتہ تو باہم درمِیاں رہنے بھی دو

عاشقی اِس عمر میں تو ہے فقط شوریدگی
حضرتِ عُشاق یہ کارِ زِیاں، رہنے بھی دو

خواب بن کر وہ نیندوں میں آتے رہے
ذہن و احساس پر میرے چھاتے رہے
آپ کے ہجر میں دیدۂ ترسے ہم
اشک دریا کی صوُرت بہاتے رہے
شہر کے دہشت انگیز کچھ سرپھرے
جشن ویرانیوں کا مناتے رہے
اِک تصوّر تھا اُن کا جواں ذہن میں
ایک موُرت تھی جس کو سجاتے رہے
کِس لِئے اُن سے ناحق گِلہ ہم کریں
ہم فریبِ وفا خود ہی کھاتے رہے

لحد تک آئے مِری احساں زیادہ کر دِیا
اَے حریفِ جاں مُکمّل تونے وعدہ کر دِیا

اِس سے بڑھ کر اور کیا ہوتی عنایت یا خدا
باپ سے ناؔنا کِیا پھر مجھ کو داؔدا کر دِیا

تُو نے ہی بخشا ہے ساقی کیف و لطفِ زندگی
مُجھ حزیں کو آشنائے جام و بادہ کر دِیا

شاعروں میں تب ہوا حاصل مجھے نام و وجود
جب نشاؔطِ مہرباں نے استفادہ کر دِیا

ڈال کر اک گلبدن نے میرے ساغر پر نگاہ
''آبِ سادہ کو حریفِ رنگِ بادہ کر دِیا''

۲۔ اُستادِ محترم حضرت نشاؔط کشتواڑی مرحوم

آپ کی ہم پر یقیناً کُچھ نگہبانی تو ہے
اس نگہبانی میں کچھ الطافِ پنہانی تو ہے

ہم سے پوچھو کیسے ہوتی ہے شبِ فُرقت بسر
رات بھر اختر شُماری دُشمنِ جانی تو ہے

بے خطا ہو کر بھی مَیں کیونکر خطا کاروں میں ہوُں
میرے مُنصف! مُجھ کو اِس پر طرفہ حیرانی تو ہے

گھر کے آنگن میں نمایاں ہیں نقوشِ ابتری
اِک متاعِ خانہ اپنی خانہ ویرانی تو ہے

کس کی سازش نے دکھائی یہ زبوں حالی مجھے
اِس کا باعث آپ ہی کی حشر سامانی تو ہے

اِس قدر رنگیں مزاجِ شب ہوا جاتا ہے کیوں؟
اصل میں عُشاق اُن کی جلوہ سامانی تو ہے

بڑھنے لگا ہے درد تو سیلاب کی طرح
دِل مضطرب ہے ماہیٔ بے آب کی طرح

اس اِضطراب و سوز کا درماں بھی ہو نصیب
اِمکان یہ بھی ہے فقط اِک خواب کی طرح

کچھ نور میں نے پایا تھا فیضِ نِشاط سے
تھا بزمِ فن میں جو دُرِّ نایاب کی طرح

شعر و سُخن کو ملتی ہے تحریک عشق سے
ہے سازِ شاعری پہ یہ مضراب کی طرح

کھاتا ہوں جب بھی تازہ کوئی دوستوں سے چوٹ
عُشّاق دِل تڑپتا ہے سیماب کی طرح

حِصّہ
قطعات
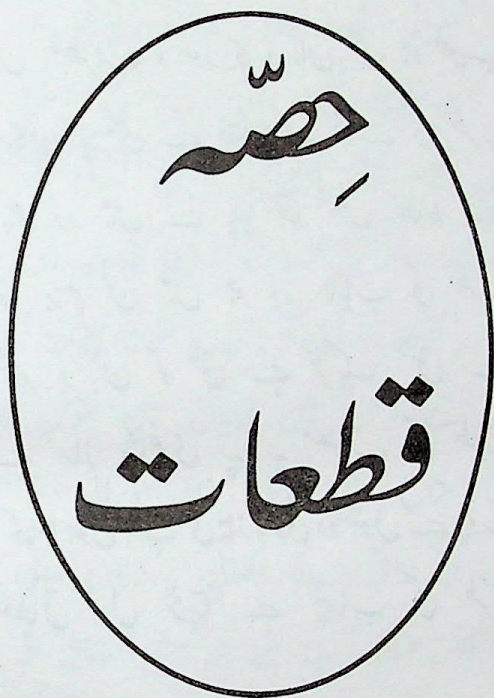
مشرق و مغرب

مغرب کو بھی مشرق سے مِلا کیوں نہیں دیتے
روحانیت کا جامِ پِلا کیوں نہیں دیتے
بہتی ہے مِرے ہند میں تہذیب کی گنگا
مغرب پہ رنگ اِس کا چڑھا کیوں نہیں دیتے

زمینِ مُقدّس

اِس سرزمینِ کرشن کا چرچا ہے چار سُو،
پیدا اِسی زمیں پہ ہُوئے رام نیک خُو
جنمے یہیں پہ نانک و ٹیگور و والمیک
چشتی کے ساتھ ساتھ ہیں گوتم بھی رُوبرُو

تعلقِ خاطر

ہَم اُسی کے ہی ہو گئے کیونکر
ہوش سے ہاتھ دھو گئے کیوں کر
ایک جلوہ جو ہَم نے دیکھا تھا
اُس کے افسوں میں کھو گئے کیوں کر

مرگِ عُشّاق

کیونکر یہ بھیڑ آج سرِ راہ کھڑی ہَے
اُفتاد کوئی آن پڑی اَور بڑی ہے
پُوچھا جو ماجرا تو بتایا یہ کِسی نے
عُشّاق کی سُنا ہے یہاں لاش پڑی ہَے

عملِ تخلیق

ہر فرد کو نصیب جو توفیقِ جنوں ہو
ہوگی یہ کشتِ خاکی بھی جنّت نُما حضُور
درجات میں پھر آدمی اِنساں نہ رہے گا
خصلت میں اپنی ہوگا یہی دیوتا حضُور

تسخیرِ دِل

نہ سیم وزر سے نہ خنجروں سے دِلوں کو جیتا گیا ہے اَب تک
اَگر دِلوں کو ہی جیتنا ہے تو اِن کو مہرو وفا سے جیتو
لِکھو مُقدّر نہ بستیوں کا ہلاکتوں کے سیہ قلم سے
نِشاط آگیں جو گلستاں ہے اُسے نہ تیغِ جفا سے جیتو

تعلقِ خاطر

ہَم اُسی کے ہی ہو گئے کیونکر
ہوش سے ہاتھ دھو گئے کیوں کر
ایک جلوہ جو ہَم نے دیکھا تھا
اُس کے افسوں میں کھو گئے کیوں کر

مرگِ عُشّاق

کیونکر یہ بھیڑ آج سرِ راہ کھڑی ہے
اُفتاد کوئی آن پڑی اور بڑی ہے
پوُچھا جو ماجرا تو بتایا یہ کِسی نے
عُشّاق کی سُنا ہے یہاں لاش پڑی ہے

عملِ تخلیق

ہر فرد کو نصیب جو توفیقِ جنوں ہو
ہوگی یہ کشتِ خاکی بھی جنّت نُما حضُور
درجات میں پھر آدمی اِنساں نہ رہے گا
خصلت میں اپنی ہوگا یہی دیوتا حضُور

تسخیرِ دِل

نہ سیم وزر سے نہ خنجروں سے دِلوں کو جیتا گیا ہے اَب تک
اَگر دِلوں کو ہی جیتنا ہے تو اِن کو مہرو وفا سے جیتو
لِکھو مُقدّر نہ بستیوں کا ہلاکتوں کے سیہ قلم سے
نِشاط آگیں جو گلستاں ہے اُسے نہ تیغِ جفا سے جیتو

دُعائے خیر

حالت نِظام دہر کی ابتر دِکھائی دے
امنِ جہاں تباہی کی زد پر دِکھائی دے
اَے ربّ ِذُوالجلال خُدائی پہ رحم کر
ہونے کو ہے بپا کوئی محشر دِکھائی دے

دورانِ علالتِ شدید

لگ رہا ہےَ سانس پھِر زیر و زبر ہونے لگی،
تَن سے رُخصت قوّتِ قلب و جگر ہونے لگی
غالباً ہَم لِکھ چکے اَپنی کہانی کُچھ طویل،
زِندگی کی داستاں خُود مُختصر ہونے لگی

عفوِ کرم

مر گئے پر یاد کی تھوڑی جھلک باقی تو ہے،
پھول ٹہنی سے گِرا پھر بھی مہک باقی تو ہے
کاروانِ زِندگی سے ہے بچھڑنا تو اٹل،
بعد میرے، میرے شعروں کی دھمک باقی تو ہے

قصرِ شعر

محنت پہ قصرِ شعر کی بُنیاد چاہیئے
تعمیر میں ہدایتِ اُستاد چاہیئے
باتوں سے بیل شعر کی چڑھتی نہیں منڈھے
ذوقِ سلیم اس میں طبعزاد چاہیئے

غیرتِ عشق

ہو عجز و اِنکسار میں خوُداریوں کا رنگ
کرنا بھی ہو تو سَجدہ کرو آن بان سے
عُشّاقِ عِشق میں بھی ہو شامِل خلوُصِ دِل
بے خوف ہو کے گُزرو ہر اِک اِمتحان سے

دعوتِ ثواب

شامِ غَم کا حِساب ہو جائے
ایک ساغر شراب ہو جائے
آج کھُل کر پِلا دے اَے ساقی
تُجھ کو حاصِل ثواب ہو جائے

ابرِ کرم

گُل کو شمیمِ و حُسن چمن کو بہار دی
اُس رحمتِ تمام نے دُنیا سنوار دی
عرشِ بریں سے آج زمیں پہ زہے نصیب
ابرِ کرم کے فیض سے جنّت اُتار دی

تشکّر

عِشرتِ فزا دِنوں سے تھی بھر پوُر زِندگی
تھی بادہَ نِشاط سے مخموُر زِندگی
اَے رَبِّ ذوالجلال ترا لاکھ شُکریہ
توُ نے رکھی ہَے غَم سے مِری دوُر زِندگی

سوزِ غزل

تخیّل مائلِ پرواز ہو تو
خلش ہو دِل میں سوز و ساز ہو تو
غزل پھر ذہن پر دیتی ہے دَستک
مقابل وہ بُتِ طنّاز ہو تو

اعتراف

تلخیوں کے ریگزاروں سے نِکل آیا ہُوں مَیں
گُمرہی کے تُند دھاروں سے نِکل آیا ہُوں مَیں
اَب نُمایاں میرے فِکر وفَن میں ہے رنگِ نِشاط
اُلجھنوں کے خارزاروں سے نِکل آیا ہُوں مَیں

سفینۂ بے بادباں

کہنا نہیں تھا آج مگر کہہ رہا ہوں میں
دُنیا میں تیری رنج و سِتم سہہ رہا ہوں میں
بے بادباں سفینہ ہوں بحرِ حیات میں
رحم و کرم پہ موجوں کے ہی بہہ رہا ہوں میں

فریبِ زِندگی میں کھایا ہُوا ہُوں
وفا کرکے میں پچھتایا ہُوا ہُوں
کہاں میں قابلِ توقیر ہُوں اب
بھری محفل سے اُٹھوایا ہُوا ہُوں

احوالِ اُردوُ

(قطعات)

عجب حالات میں غلطاں ہَے اُردوُ
شِکارِ گردِشِ دوراں ہَے اُردُو
مِرے ہِندوستاں میں اُردوُ والو!
بس اب کچھ دِن کی ہی مہماں ہَے اُردُو

چاک دامن دِل شِکستہ ہَے یہ ارضِ ہِند میں
اُردُو والو! کیا یہی اُردوُ کی اَب تو قِیر ہَے
میرؔ و غالِبؔ کے دواویں ذوقؔ کا شیریں کلام
نَسلِ نَو کے واسطے بے لُطف و بے تاثِیر ہَے

اُردوُ کے حال پر یہ مِرا اِضطراب دیکھ
جَلتا ہَے دِل تو جاں ہے شِکارِ عذاب دیکھ
اِس کی بقاء کے واسطے عُشّاقؔ کچھ کرو
یہ بھی تو ہے حیات میں کارِ ثواب دیکھ

باغِ دِل میں نسیم ہَے اُردو
فضل و شانِ کریم ہے اُردو
گنگا جمنی پویترتا کی امیں
بحرِ رنگ و شمیم ہَے اُردو

گنجِ اُردو سنبھال رکھنا ہے
یہ اثاثہ بحال رکھنا ہے
ہم کو تیرے وقار کی سوگند
تجھ کو سینے میں پال رکھنا ہے

صحبتِ یاراں

نصیب صُحبتِ یاراں ہے کوئی بات کرو
فضا بھی کیف بداماں ہے کوئی بات کرو
سجائی کیوں ہے زبان و دہن پہ خاموشی
دِلوں میں کیا غم پنہاں ہے کوئی بات کرو

توکّل

رَب کے سِوا کِسی کا بھی قائل نہیں ہُوں مَیں
مظلُوم تو ہُوں شِکوے پہ مائل نہیں ہُوں مَیں
مَیں تیرگئی بخت کا مارا ضرُور ہُوں
پھیلاؤں ہاتھ کِس لِئے سائل نہیں ہُوں مَیں

آج کی رات

بے سکُوں دِل ہے پریشاں ہے نظر آج کی رات
بے نیازانہ چلا ہُوں مَیں کِدھر آج کی رات
ماہ و انجم بھی ہَیں بے نُور چراغاں بے سُود
عِشق ہے محوِ فُغاں خاک بسر آج کی رات

شعاعِ اُمیّد

رَفتہ رَفتہ ظُلمتوں کا کارواں
نوُر سے نزدیک تر ہوتا گیا
رات کے تاریک سایوں کا سَفر
مُختصر سے مُختصر ہوتا گیا

○

خنجرِ جلاّد

وقت کے جلاّد ہَیں خنجر بکف
کب کِسے مقتل میں لایا جائے گا
پھِر وہی پتّھر کا یُگ آنے کو ہَے
گوشت پھِر اِنساں کا کھایا جائے گا

جموّں شہر اور نئی وزارت

دیارِ جامبوُ لوچنّ بس اَب تو خوُش نُما ہوگا
نئے اَنداز میں اِس کی نئی تعمیر ہوگی اَب
نئی سَڑکیں نئے بازار پُختہ راستے ہونگے
نئے منظر نئے نقشے نئی تصویر ہوگی اَب

بے آب دریائے توّی

سُنا تھا کُچھ مہینے ہو گئے بے آب ہے توّی
بہُت مُدّت سے بارِش کے لِئے بے تاب ہے توّی
کرَشمہ دیکھئے قُدرت کا بَس دو دِن کی بارِش سے
بفضلِ ربِّ عالی سر بَسر سیلاب ہے توّی

شدید بارِش اور کسان

وقت کے اَپنے ہَیں موسم وقت کا اَپنا مِزاج
رائگاں جاتی نہیں پر وقت کی محنت کبھی
رکھ بھروسہ اَپنی محنت پر خُدا کے فضل سے
جو ہَے زحمت آج وہ بن جائے گی رحمت کبھی

عورت

پسِ میخانہ ہَے پوشِیدہ عورت
نئی تہذیب کی سوغات ہے یہ
تقدّس ہَے مگر مشرق کا ایماں
اُسی کو توڑنے کی گھات ہے یہ

ہَے عورت ہی گرفتارِ بلا کیوں
اِسی مظلوم پر جورو جفا کیوں
اِسی کی کوکھ سے جنمے ہَیں سارے
اِسی کو دے رہے ہَیں ہَم سزا کیوں

گُلزارِ زندگی میں اِک یاسَمن ہے عورت
نیلم کی قاش ہَے یا لعلِ یمن ہَے عورت
ہر چند یہ کبھی ہے شعلہ کبھی ہَے شَبنم
دُنیائے رِنگ بُو کی تو بھی پھبن ہَے عورت

بیٹی بہن ہے عورت، اَور گاہے ماں ہے عورت

ہے آبروئے خانہ عفّت نشاں ہے عورت

اوراقِ زِندگی گر اِس کے پلَٹ کے دیکھو

ایثار و ممتا کی اِک داستاں ہے عورت

سجدۂ رندی

مقام اَپنا بھی کیوں عرشِ معلّٰے پر نہ مَیں سمجھوں

بدستِ نازنیں جب مُجھ تلک پیمانہ آتا ہے

مِری پیاسی نِگاہیں جھٹ قدم بوسی کو اُٹھتی ہَیں

بھری محفِل میں جب وہ ساقیِ میخانہ آتا ہے

مے فروش آنکھیں

یہ صہبا کے پیالے ہیں کہ آنکھیں
مہِ کامل کے ہالے ہیں کہ آنکھیں
چمک اِن میں ہے ماہِ ضَو فِشاں کی
یہ موتی تُم نے پالے ہیں کہ آنکھیں

تعلّق خاطر

تُم کو دِل میں سنبھال رکھا ہے
یہ تعلّق بحال رکھا ہے
ہم نے تیری حسین یادوں کو
اَپنے سینے میں پال رکھا ہے

عملِ تخلیق

تصوّر کے بے داغ کاغذ پہ اَکثر
مضامیں کے خاکے جو مَیں کھینچتا ہُوں
وہ ڈھلتے ہیں اشعار کے پیکروں میں
زمینِ غزل کو مَیں یوُں سینچتا ہُوں

فصلِ خواب

نیند کے بیجوں کا پوُرا ٹوکرا
جَب زمینِ ذہن میں بوتا ہُوں مَیں
اُگ کے آتی ہَے وَہاں خوابوں کی فصل
نیند کیسی؟ پھِر کہاں سوتا ہُوں مَیں

نیازِ عشق

فکرِ رسا کے گہرے سمندر میں ڈوب کر
تیری ثنا کو لایا ہوں اشعار کے گہر
تمہیدِ عرض کا بھی سہارا نہیں لیا
کہہ دی نیازِ عشق کی رُوداد مختصر

وہ مطربہ

رنگینیٔ خیال کا عالم نہ پُوچھئے
دیکھا نہیں پر اُس کی صدا کو سُنا تو ہے
گاتی ہے ریڈیو پہ غزل جب وہ مُطربہ
جو موہ لے دِلوں کو وہ حُسنِ ادا تو ہے

شکوہ ساقی سے

میکدے میں بھی رَوا رکھا ہمیں سے اِمتیاز
جامِ مئے سے ہم کو ساقی نے رکھا محرُوم ہَے
بارِشِ لُطف و کرم اَوروں پہ ہی کرتا رَہا
یہ روّیہ ساقیِ محفل ترا مذمُوم ہَے

بانٹ کے کھائیں

اَراضی کو جو ہَم بانٹیں رَوا ہَے
غریبوں کو ملے کچھ کیا بُرا ہَے
دِلوں کے بیچ دیواریں اُٹھانا
گُناہِ سخت ہَے سنگیں خطا ہَے

پاکیزگی ہے اِس میں مُقدّس کِتاب کی
چہروں میں لاجواب ہے صوُرت جَناب کی

○

شدّتِ شباب

مِثلِ آتش شباب ہے تیرا
یہ بھی ظالم عتاب ہے تیرا
پارہ پارہ ہے خواہشِ عُشّاق
یہ بھی ہمدم عذاب ہے تیرا

○

عذابِ وِصال

بازگشت اَپنی ہے ظاہر مُختصر
وقت کے سانچے میں ڈھل کر بات کی
گُمشدہ دِن کے اُجالوں کی قَسم
خندہ روئی سے بسر کیا رات کی

یادِ رفتہ

یاد ہیں مجھ کو مِرے وہ ماہ سال

ذہن و دِل تھا مائلِ حُسن و جمال

زِندگی مطلع سے مقطع ہو گئی

خواب ہے اب رونقِ ہجر و وِصال

یادِ ماضی

راہ میں چوری چھُپے جب دوستو!

دیکھتا ہوُں شوخ کلیوں کا شباب

کِس قدر دِل سوز ہوتا ہے سماں

دل جِگر روتا ہے اکثر بے حساب

کاش

کاش ہوتی دیر پا یہ عمرِ فانی دوستو!
آج ہوتی میرؔ کے سنگ شعر خوانی دوستو
کیا مِلن ممکن دوبارہ آپ سے ہو پھر کبھی
کیا پتہ کِتنی ہے باقی زندگانی دوستو

دستِ نارسا

شریکِ یورِشِ بزمِ جہاں ہُوں
نہیں معلوُم مُجھ کو مَیں کہاں ہوُں
مِری سوچوں کے دفتر ہیں مُقفّل
مِری منزل کہاں اور میں کہاں ہوُں

توکّلِ خُدا

اَپنی خودی میں غرق مَیں اَپنی اَنا میں تھا
اِس کَشمکَش میں عاشِقِ صادِقِ فنا میں تھا
کُچھ دیر موت نے مِرا پیچھا کِیا مگر
میں تو خُدائے پاک کے حمد و ثنا میں تھا

خُدائے رحیم

جَب گُناہوں پہ شَرمسار کوئی
تیرے گھر کا طواف کرتا ہَے
تُو رحیم و کریم اُس کی بھی
سَب خطائیں مُعاف کرتا ہَے

''حضرت شاہ فرید الدین بغدادیؒ کے آستانِ پاک پر''

ترے در سے حضرت اُٹھایا ہُوا ہُوں
زمانے کے ہاتھوں ستایا ہُوا ہُوں
خطائیں مری بخش دے میرے آقا
اِسی واسطے در پہ آیا ہُوا ہُوں

اَے شاہا

مَیں بندہ ہُوں پُر عیب اَے شاہِ عالی
کھڑا ہُوں ترے در پہ بَن کے سَوالی
کرم کر تُو نا چیز پر میرے داتا
نہ جاؤنگا ہرگز ترے در سے خالی
وطن میں کہاں کوئی اِنسان ہو گا
خُدا کے ولی سے جو انجان ہوگا

حِصّہ
نوحہ جات

نوحہ مسجد جامعہ شریف، کشتواڑ (بموجب آتش زنی)

اکیسویں صدی کے اوائل کی شام تھی،
خلقت بھی چہل قدمی کو محوِ خرام تھی
ناگاہ اک عذاب کا بستی پہ تھا نزول
شعلوں کی نذر مسجدِ اعلیٰ مقام تھی
مینارِ عرش بوس شجر سایہ دار بھی
جلنے لگے دیار کے یہ پہریدار بھی

حدِ نظر تلک تھی ہر اِک شے دھُواں دھوُاں
آتش زنی کا ہائے وہ طوفاں تھما کہاں
لوگوں کا راستوں میں تھا سیلاب سا رواں
گھر چھوڑ کر تھے جانبِ مسجد سبھی رواں
نِکلی کِسی سے بات کہ محشر بپا ہوا
مینار ایک مسجدِ اقدس کا جل گیا

کُچھ حد سے تھا زیادہ یہ جاں سوز نظارہ

اُمّت کے واسطے تھا بڑا بھاری خسارہ
جلنا تھا کِسے مسجدِ نامی کا گوارا
خونِ جگر سے جس کو تھا مُسلم نے سنوارا
اِک آن میں مینار یہ مِسمار ہوا تھا

اس ارضِ اولیا پہ تھا ہیجان کا منظر
وہ قتل گاہِ حسرت و ارمان کا منظر
اطراف میں مسجد کے تھا طوفان کا منظر
تھا شعلۂ جوالا کے گھمسان کا منظر
اندوہ والم سے ہوئے بے حال بشر تھے
سب تھے حواس باختہ اَور خاک بسر تھے

تھی مسجدوں میں منفرد پہچان یہ مسجد
تھی شہر کِشتواڑ کی اِک شان یہ مسجد
تھی آفتابِ صُبح کی مُسکان یہ مسجد
ہاں مومنوں کی واقعی تھی جان یہ مسجد
کِس نے جلادِیا اِسے دیں کِس کی گواہی
تھا کون سِتم گر جو بنا وجہِ تباہی

ہونا جو تھا مقدور سودہ ہو کے رہ گیا
مسجد کے ساتھ ساتھ اِک مینار ڈھہ گیا
محفوظ اِس بَلا سے اِک مینار رہ گیا
شعلوں کی تپش دیکھئے وہ کیسے سہہ گیا
آتش مزاج باد کے شعلے رہے محدود
رہتا نہ ورنہ پاس کی بستی کا بھی وجود

اَے ربِ ذُوالجلال دُہائی ہے دُہائی
کِس جُرم کے پاداش میں یہ ضرب لگائی
تھی دین کے بزرگوں کی یہ نیک کمائی!
جن کی خُدا کے بابِ کرم تک تھی رسائی
باغِ جناں میں پھر سے ہو تعبیر یہ مسجد
کعبہ سے کم نہ پائے گی توقیر یہ مسجد

یہ حادثہ تو حادثائے اندوناک ہے
اِس حادثے پہ خونچکاں نالاں عُشاق ہے

اَے وائے یہ سِتم کہ بڑا دردناک ہے
ہر فرد اِس دیار کا صد سینہ چاک ہے
ہے سانحہ یہ گردشِ لعل و نہار کا
ہے یہ معاملہ اُسی کے اِختیار کا

آہ! جانبازِ کشتواڑی

بِن ترے بے کیف ہو کر رہ گیا سازِ حیات
نغمہ زن آکاش وانی پر نہیں جانباز تُو
نغمہ سازی میں ترا اِک منفرد انداز تھا
دُور دَرشن پر رہا جب زمزمہ پرداز تُو

آہ! کلپنا چاولہ

سُناؤں مَیں کیسے خبر یہ بھینکر
زباں گُنگ میری ہوئی آنکھ ہے تَر
گئی جان سے وہ مسافر خلا کی
فلک کھا گیا دُخترِ نیک اختر

خلاؤں میں کِتنا سفر کر گئی وہ
نئی منزلیں کِتنی سر کر گئی وہ
وہ تھی کلپنا چاولہ فخرِ بھارت
دِلوں میں خُدائی کے گھر کر گئی وہ

رہے گا ہمیشہ ترا نام رَوشن
مِشن تیرا رَوشن ترا کام رَوشن
خلاؤں کی تحقیق میں جان دیدی
تری زِندگی کا ہے انجام رَوشن

بروفاتِ قبلۂ نوُرالزماں نوُر صدیقی صدرِ انجمنِ فروغِ اُردو

دانش کدہ جموّں

دانشؔ کدہ گزیدہ رنج و محن ہے آج
نوحہ کناں یہ انجمنِ فکرو فن ہے آج
اہلِ سُخن نے پہنا ہے کیوں ماتمی لِباس
کِس کے فِراق میں غزل اوڑھے کفن ہے آج
دانش کدہ ہے یہ کہ ہے ماتم کدہ امینؔ
بیتابؔ بول کِس لِئے ویراں چمن ہے آج
آننؔد بُجھ گئی ہے جو شمعِ حیاتِ نوُرؔ
رُخصت ہُوا چمن سے فروغِ چمن ہے آج
پھِر سے دیارِ کشورِ گوکل کی راہ لی
کیا یاد آ گیا اُسے اپنا وطن ہے آج
اِس سرزمینِ شاعرِ مشرق کو چھوڑ کر
وہ جانبِ دیارِ عدم گامزن ہے آج
عُشاقؔ دِلِ شِکستہ کا خامہ ہے نالہ کش
آنسو بہا کے یہ لِکھا سُخن ہے آج

آہ! عبدالسبحان لون متوفی جنوری ,4, 1999ء

دیدۂ عشاق ہے نم کیا کہوں

فرقتِ سبحان کا غم کیا کہوں

نیک سیرت محسن و غم خوار تھا

دوستی میں اُس کی تھا دم کیا کہوں

خرمنِ ہستی پہ اُس کے موت نے

دفعتاً نازل کیا بم کیا کہوں

وہ جو تھا پروانۂ شمعِ خلوص

قبر میں سویا ہے بے دم کیا کہوں

محفلِ یاراں کا وہ رُوحِ رواں

کر گیا ہر آنکھ کو نم کیا کہوں

رُوح کو سبحان کی ربِّ کریم

بحرِ رحمت میں کرے ضم کیا کہوں

آہ! فخرِ افسانہ مالک رام آنند

تُمہاری موت کے صدمے سے ہُوں محوِ فُغاں بابا
خبرِ غم ناک سُن کر گُنگ ہے میری زباں بابا

ہُوئے قلب و جگر چھلنی یہ پڑھ کر روز ناموں میں
کہ مالک رام سے خالی ہُوئی بزمِ جہاں بابا

تُو سنتالیس کے طوُفاں سے بچ نِکلا تھا قسمت سے
کیا تُجھ کو اَجل نے صید کیوں لاکر یہاں بابا

سَہا جاتا نہیں صدمہ جدائی کا تِری ہم سے
کریں جا کر تلاش آنند کو اَب ہم کہاں بابا

لبِ شعرا پہ پیہم ہے تُمہارا ذِکر محفِل میں
کہاں ہے بزمِ فِکر و فن کی وہ رُوحِ رَواں بابا

تِری تخلیقِ شعر و نغمہ کی دُنیا نِرالی تھی
تیرے اَفسانوں کے مدّاح تھے پیر و جواں بابا

تھی بزمِ فکر و فن آنند تیرے نُور سے روشن
قلم پر تیرے نازاں تھی بہت اُردوُ زباں بابا

لِکھے کیا مرثیہ عُشّاق اَپنے یار جانی کا
نہیں رُکتی ہے روکے سے مِری آہ و فُغاں بابا

یادِ نوؔر الزماں صدیقی نوؔر

جِس نوؔر کی ہے یاد میں گریاں مِرا دیدہ
صد حیف ہے وہ نوؔر تہہِ خاک رسیدہ
اَے نوؔر کے ہم سُخنو یہ صدمہ ہے اَلمناک
اُس یار کی فُرقت میں ہُوئے دِل ہیں دریدہ
جانا تھا اُسے تھا یہی فرمانِ اِلٰہی
یاد آتے ہیں اُس کے ہمیں اوصافِ حمیدہ

آہ! ضمیرؔ فریدی، فرید آباد، ڈوڈہ

زمیں پہ رنج و الم کا عالم فلک ہے محوِ فغاں رفیقو
یہ حادثہ کیا ہوا اَچانک گری ہے برقِ تپاں رفیقو
اَبھی کہ سورج نکل رہا تھا، فلک پہ سائے مہیب پھیلے
اَبھی چمن میں تھی بادِ سحری اَبھی ہے بادِ خزاں رفیقو
ہوا ہے اَپنے محافظوں ہی کے ہاتھوں قتلِ ضمیرؔ سرزد
ہے غرق بحرِ الم میں ڈوڈہ سبھی ہیں ماتم کناں رفیقو
اَجل حقیقت میں زندگی ہے یہ زندگی کیا ہے، ایک دھوکہ
دوام اس میں ہے کس کو حاصل کہیں کسے جاوِداں رفیقو
تھے گونا گوں اُس کے مشغلے بھی کبھی تجارت، کبھی سیاست
مگر تھا اصلاً غریب پرور یہی تھی اُس کی دُکاں رفیقو
وہ مہکا مہکا شگفتہ چہرہ وہ لب کہ مثلِ گلابِ خود رو
تھا سال و سن میں بزرگ لیکن، تھا رشکِ پیر و جواں رفیقو

وہ جانِ محفل کہ محفلوں میں تھا اُس کا اَپنا مقام یکتا
وہ فِکرِ شعر و سُخن میں کامِل عجب تھا جادُو بیاں رفیقو
بوقت شعری مباحثوں کے نہ آئے ذِکر ضمیؔر اگر تو
نہ رنگ پر آئے محفلِ فن ہو پھیکا پھیکا سماں رفیقو
بقول شوکتؔ فریدی قبلہ عَجب تھا خود دار و مردِ آہن
مگر حقیقت میں ہم سے پوُچھو تھا اُس کا اَپنا جہاں رفیقو
شریکِ ماتم ہوُں دِل سے عُشّاقؔ، میں بھی اِس ضربِ ناگہاں پر
نڈھال ہوں رنج و غم سے کتنا، کروُں میں کیسے بیاں رفیقو

نوحہ مادرِ مہربان فاطمہ بیگم

(زوجہ قبلۂ نشاط کشتواڑی) مورخہ ۱۶ اگست ۲۰۰۴ء

بحرِ شفقت کا ترے اَے ماں کوئی ساحل نہ تھا
سر بسر اِخلاص تھی تُو پیار کا پیکر تھی تُو

تُجھ سے روشن تھی ہماری یہ حیاتِ روز و شَب
ظلمتِ آلام میں اِک ضوفشاں نیّر تھی تُو

کِس قدر افضل تھی تُو اور کیا ترا اعلیٰ مُقام
تاج میں اِنسانیت کے بے بہا گوہر تھی تُو

...ں کے بحرِ بیکراں کی عمیق گہرائیوں میں ڈوبی آنکھیں - کُشادہ پیشانی
اور اُس پر خفیف تہہ در تہہ جھُرّیوں کی بساط پہ نمودِ فکر ... سلوٹوں کا پیر...نہ
مستقبل مگر جواں سال چہرہ - برجستہ جواب کی مشّاق ... -نظم کے ...
ساتھ فنِ نثر کی نبّاض پکڑ - فِطرتاً عاشق مزاج، بہ پیشہ ... ی یعنی یہ ...
جناب عُشّاقِ کشتواڑی

شیام سُندر آنند لہر سینئر ایڈووکیٹ
عدالتِ عالیہ حکومتِ ہند
وعدالتِ عالیہ ریاست جمّوں وکشمیر
مُقام-19، بخشی نگر، جمّوں۔

Urdu Book Society
Daryaganj
New Delhi-2